WWW.PAKISTAN.WEB.PK

سالگرہ نمبر

عائشہ نصیر

اس سے آگے

مکمل ناول

اسے گھر واپس آئے دو دن ہوئے تھے مگر ان دو دنوں میں ہی گھر میں ہو رہے شادی کے ہنگامے اور شور وغل نے اسے اس قدر عاجز کر دیا تھا کہ اسے اپنے آنے پر پچھتاوا سا ہونے لگا تھا۔ ابھی بھی سر میں ہونے والے شدید درد کے باعث وہ اریبہ سے چائے کا کہنے اس کے کمرے کی طرف آیا تو وہاں حریم کو دیکھ کر مایوسی سے واپس پلٹنے کو تھا کہ حریم نے اسے دیکھ لیا۔

"سالار بھائی۔۔۔" اس نے جلدی سے اسے پکارا تھا وہ ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔

"کوئی کام تھا آپ کو؟" خود پر جمی اس کی نظریں محسوس کر کے اس نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ میں اریبہ سے چائے کا کہنے آیا تھا۔"

"ارے۔۔۔ تو میں بنا دیتی ہوں نا۔۔۔ آپ تو بنا بتائے ہی پلٹنے لگے تھے۔" حریم نے یہ سنتے ہی کپڑوں کا ڈھیر ایک طرف کیا جو وہ استری کر رہی تھی اور پلگ نکال لیا۔ وہ جانتی تھی سالار اتنا باتکلف اور ریزرو انسان ہے کہ اپنے گھر میں بھی چند ایک کو چھوڑ کر کسی سے فرمائشیں نہیں کر سکتا اب اپنی بہن اور ماں سے نہیں کہہ سکتا تو بنا چائے کے رہ لے گا مگر کسی اور سے کہے گا نہیں۔

"ٹھیک ہے میں اپنے کمرے میں ہوں۔" وہ بتا کر نکل گیا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد جب وہ رائٹنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ڈائری کے صفحات پلٹ رہا تھا ہلکی سی دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔

"بابا کی طبیعت اب کیسی ہے؟" وہ چائے ٹیبل پر رکھ کر پلٹ رہی تھی جب اس کی بھاری گمبھیر آواز اس بوجھل سی فضا میں ابھری۔ وہ اپنے باپ کی طبیعت اس سے پوچھ رہا تھا اس کا مطلب تھا وہ ابھی تک ان سے نہیں ملا تھا۔

حریم نے بمشکل اپنی حیرت چہرے پر جھلکنے سے روکی۔

"ٹھیک ہیں۔" دو لفظوں میں جواب دے کر وہ دروازے کی طرف بڑھنا چاہ رہی تھی کہ اس نے اگلا سوال داغ دیا۔

"ہسپتال سے کب ڈسچارج ہوئے؟"

"تین دن پہلے۔۔۔ ویسے اب وہ بالکل ٹھیک ہیں اور انہوں نے شادی کے انتظامات میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔" وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ تایا جی کی طرف سے کسی تشویش کا شکار ہو نہ کسی قسم کے احساس جرم کا۔

"ہوں۔" اس نے ایک ہنکارا بھرا۔

"کیا وہ اس وقت اپنے کمرے میں ہوں گے؟" وہ اپنی رسٹ واچ دیکھ رہا تھا۔

"ہاں یقیناً" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ڈاکٹرز نے انہیں زیادہ چلنے پھرنے سے منع کیا ہے۔ اس لیے وہ جب سے اسپتال سے آئے ہیں اس وقت آرام ضرور کرتے ہیں۔"

"فاریہ کی رخصتی کب ہے؟" سالار شاید پورا سوالنامہ تیار کر کے بیٹھا تھا اس قطعی غیر متعلق سوال پر حریم کو ایک بار پھر حیران ہونا پڑا۔

"کل۔"

"ٹھیک ہے تم جا سکتی ہو۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ عام سے الفاظ میں مگر حریم کو اس کا انداز گیٹ آؤٹ کہتا محسوس ہوا تھا اور وہ "فوراً" ہی ایک لمحے کی تاخیر کیے بنا باہر نکل گئی تھی۔

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"فاریہ! تم ٹھیک سے تو بیٹھی ہو نا۔ تکیہ دوں تمہیں؟" یہ کمرہ فاریہ کا تھا اور وہ اس وقت اپنی مہندی لگواتی کزنز کے بیچ بیٹھی تھی۔ مایوں کے زرد جوڑے میں ملبوس، کچھ اداس اور مضمحل سی۔ اس کے سوال پر نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں بس... چائے پلا دو مجھے... سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"اچھا... ٹھیک ہے... میں ابھی کسی سے کہتی ہوں۔ تم یہ تکیہ لو اور ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ اور ہانیہ... یہ مہندی کہنیوں تک لگانے کی ضرورت نہیں ہے دیسے بھی اس کے برائیڈل ڈریس کی آستینیں فل ہیں۔" فاریہ کی پشت کے پیچھے تکیہ رکھتے ہوئے اریبہ نے ہانیہ کو تاکید کی تھی۔ آج مہندی تھی، مگر کوئی گرینڈ فنکشن نہیں تھا۔ دو دن کی تقریبات پر مشتمل یہ شادی بہت سادگی سے کی جا رہی تھی۔ ان کے یہاں ویسے بھی لڑکی کی شادی پر زیادہ دھوم دھڑکا کرنے کا رواج نہیں تھا۔ بس آج اور کل کا دن... لڑکے والوں کی طرف سے ولیمہ دو دن بعد تھا۔

"تو آپ یہاں ہیں، ڈیر میں آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ آپ بھی نا کمال ہیں اری... بھابھی۔" جواد اسی لمحے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اریبہ پر نظر پڑتے ہی لہجے میں شرارت سی گھلی۔ اس کا نام ایک خاص انداز میں لیتے ہوئے وہ صوفے پر پڑا کپڑوں کا ڈھیر ہٹاتے ہوئے براجمان ہوا۔

"کیا... کیا کہا تم نے... اریبہ بھابھی؟" چہرے پر کلینزنگ کرتی ایک طرف بیٹھی اس کی کزن چونکی۔

"اپنے کانوں کی صفائی کروالو۔ میں حیران ہوا تھا کہ اریبہ بھی یہاں ہے۔" اس نے فوراً پینترا بدلا۔ اریبہ مڑ کر اسے گھورنے لگی۔

"بکواس کرنے کی تمہاری عادت جائے گی نہیں نا... کیوں آکر بیٹھ گئے ہو لڑکیوں کے بیچ... نکلو یہاں سے ورنہ ابھی چچی کو بلاتی ہوں۔" اسے غصہ آیا تھا کچھ عرصہ پہلے تک جواد کی ایسی ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ پر اس کی گلابی رنگت لو دینے لگتی تھی، مگر اب آنکھوں سے اضطراب مترشح ہو جاتا۔

"چلا جاتا ہوں بھئی... دھمکیاں دینے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے مصنوعی خفگی سے منہ پھلایا۔

"میں تو یہ کہنے آیا تھا کہ میں نے اپنا کرتا شلوار کا سوٹ آپ کو دیا تھا اگر پریس کر دیا ہو تو دے دیں۔"

"ارے وہ..." یاد آتے ہی اریبہ نے بے اختیار ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"وہ تو میں نے حریم کو دیا تھا۔ شاید اس نے ابھی تک پریس نہیں کیا ہو... میں دیکھتی ہوں۔" وہ تیزی سے باہر کی جانب لپکی تھی۔

"لو... یہ تو حد ہو گئی۔ یہ تو حد ہی ہو گئی۔" جواد جھلا کر رہ گیا۔

"صبر کرو بچے... ابھی تو پوری شام پڑی ہے۔" مہندی لگانے میں مصروف ہانیہ نے شرارت آمیز انداز میں اسے صبر کی تلقین کی تو لڑکیوں کی دبی دبی ہنسی گونج اٹھی۔

"شٹ" وہ پاؤں پٹختا باہر نکل گیا تھا۔

اریبہ حریم کو دیکھنے آئی تھی مگر کمرے کے دروازے پر ہی فرہاد کو ایستادہ دیکھ کر اس کے قدم تھم سے گئے۔ وہ باہر آتے آتے شاید کوئی بات کہنے کو رکا تھا۔ نیوی بلیو شلوار قمیص میں ملبوس ہلکی بڑھی ہوئی شیو اور اپنی بوجھل پپوٹوں والی گہری آنکھوں میں سرخی لیے وہ بہت تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس پر پڑنے والی ایک نظر ہی اس کے وجود کا اضمحلال سمیٹ کر لائی تھی وہ اریبہ کو سر تاپا نڈھال کر گئی۔ اس کا دل چاہا کہ جس طرح اس کی آنکھیں اس کا ایک ایک نقش چرا کر دل پر ثبت کرتی ہیں اسی طرح وہ اس کی تھکن بھی چرا لے۔ وہ اس پر ایک سرسری سی نگاہ ڈال کر اس کے پاس سے گزر گیا تھا مگر اس ایک نگاہ میں بھی اریبہ کو جو اجنبیت جو سرد مہری محسوس ہوئی اس نے اسے فریز کر کے رکھ دیا۔ وہ بڑی مشکل سے خود کو کمپوز کر کے حریم کے پاس آئی تھی۔

"تم نے جواد کے کپڑے استری کیے؟"

"نہیں... ابھی کر رہی ہوں۔ یہ تمہیں کیا ہوا؟" وہ اس کی صورت دیکھ کر چونکی۔

"بس ایسے ہی... طبیعت ٹھیک نہیں ہے کچھ۔" اس نے اپنے ادھ کھلے بالوں کو سمیٹا۔

"طبیعت... وہ تو آج کسی کی بھی ٹھیک نہیں ہے۔ فرہاد بھائی کو دیکھا تم نے ٹیبل کلرز لینے آئے تھے کہ ان کے ذمے ابھی بہت سے کام ہیں اور وہ آرام کرنے کی عیاشی نہیں کر سکتے۔" حریم مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔ اسے اپنے حلق میں پھندا سا لگتا محسوس ہوا۔ اس سے اپنے آنسو چھپانے کو وہ کمرے میں بکھرا پھیلاوا سمیٹنے لگی۔

"یہ شادی بھی کسی جھمیلے سے کم نہیں ہوتی۔ یہ ہمارے گھر کی پہلی شادی ہے وہ بھی لڑکی کی۔ پھر بھی سب کا یہ حال ہے تو جب اتنے سارے لڑکوں کی شادیاں ہوں گی تب کیا ہوگا۔ مجھے تو ابھی سے ہی سوچ کر وحشت ہو رہی ہے۔" سدا کی آدم بےزار حریم کو ابھی سے فکر ہونے لگی تھی۔

"فاریہ کے لیے چائے بنانے جا رہی ہوں، تم پیو گی؟" جواد کا استری شدہ سوٹ ہینگر میں لگاتے ہوئے اریبہ اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں... ابھی سالار بھائی کے لیے چائے بناتے ہوئے میں نے اپنے لیے ایک کپ چائے نکال لی تھی۔" اس نے بتایا۔

"وہ مجھ سے تایا جی کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ شاید ابھی گئے ہوں ان سے ملنے۔" اس کا انداز سرسری تھا۔

وہ جاتے جاتے پلٹ آئی۔ "کیا واقعی... کیا کہہ رہے تھے تم سے۔"

"یہی کہ ان کی طبیعت اب کیسی ہے اور وہ گھر پر ہیں یا نہیں۔"

"اوہ۔" اس نے اضطراب سے پیشانی مسلی۔

"خدا کرے سب خیر رہے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس شادی کے ختم ہونے تک ان سے ملتے۔"

"کیوں... تم ایسا کیوں چاہتی تھیں؟" حریم نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"جانتی تو ہو تم... سالار بھائی کے لیے بابا کا غصہ اور ناراضی... اور بھائی بھی تو ایسے ہی ہیں اپنی کہنے پر آتے ہیں تو پھر کوئی لحاظ نہیں رکھتے۔ کچھ دن پہلے کا ہوا ہنگامہ دوبارہ ہو اس شادی والے گھر میں... تو بہت پرابلم ہو جائے گی۔" وہ پریشانی سے کہہ رہی تھی۔ حریم کو بھی احساس ہوا معاملے کی سنگینی کا۔

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" وہ بڑبڑائی۔

"اتنے سارے مسئلوں کے بیچ یہ ایک اور ٹینشن... میں تو عاجز آگئی ہوں۔" تھکے ہوئے لہجے

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

دیمک زدہ محبت
قیمت -/300 روپے
صائمہ اکرم چوہدری
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

میں کہتے اس کے چہرے پر تفکر نمایاں تھا۔ حریم صرف اسے دیکھ کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

سالار ساجد تایا جی کے بڑے صاحبزادے تھے اور تھے بھی بالکل ان ہی کی طرح نہ صرف شخصیت میں بلکہ مزاج اور عادات و اطوار میں بھی۔ کچھ ضدی، کچھ حاکمیت پسند اور حد سے زیادہ پرفیکشنٹ اور اپنے بابا کے تو وہ سب سے چہیتے بیٹے تھے اپنے ہر کام میں، ہر فیصلے میں اور کسی کو شامل کرنے نہ کرتے سالار کا مشورہ ضرور لیتے تھے اور سالار بھی اگر کسی کو سب سے زیادہ مانتے تھے تو وہ بابا ہی تھے۔ مگر مسئلہ سارا اس وقت شروع ہوا جب گھر میں واسع چچا کی بیٹی فاریہ کی رشتے کی بات چلنے لگی۔ بابا اسے بہو بنانے کے خواہشمند تھے اور انہیں یقین تھا کہ سالار بھی ان کے اس فیصلے کی عزت کرے گا۔ ویسے بھی فاریہ میں ایسی کوئی خرابی نہیں تھی کہ کوئی بھی ذی ہوش انسان اسے ٹھکرانے کی بے وقوفی کرتا۔ بے حد خوب صورت، سمجھ دار اور پڑھی لکھی فاریہ سالار کے ساتھ گھر میں پلی بڑھی تھی۔ سالار کے انکار کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

سالار پر اندھے بھروسے کے ساتھ انہوں نے چھوٹے بھائی سے بات بھی کرلی اور سالار کو تب بتایا جب وہ اپنے تئیں یہ رشتہ پکا کر چکے تھے۔ سالار بہت ہی گہرا اور متحمل مزاج انسان تھا۔ بڑی سی بڑی بات پر بھی وہ اپنے اعصاب کنٹرول میں رکھتا تھا اور اتنا پر سکون رہتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور اس دن بھی اس نے اپنے تاثرات و خیالات کا اظہار صرف ایک جملے میں کیا تھا۔

"مجھے اس رشتے سے انکار ہے۔ صاف انکار۔"

بابا ساکت و جامد ہو کر رہ گئے۔ انہیں یقین نہیں آیا تھا ان کا لاڈلا بیٹا ان کے مان اور بھروسے کو اس طرح بھی ان کے منہ پر مار سکتا ہے۔ یہ صرف ایک جملہ نہیں تھا جو سالار کے منہ سے نکلا تھا۔ یہ اس کا آخری اور حتمی فیصلہ تھا جو اس نے سنایا تھا۔ اتنا تو وہ جانتے ہی تھے اپنے بیٹے کو کہ وہ کبھی وقتی جذباتیت کے تحت کوئی بات نہیں کہتا۔ وہ بنا سوچے سمجھے کبھی نہیں بولتا اور جب کچھ بولتا ہے تو پھر کبھی اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ وہ اسے کیسے معاف کردیتے جس نے انہیں اپنے چھوٹے بھائی سے نظریں ملانے کے لائق نہیں چھوڑا تھا۔ ان کی عزت دو کوڑی کی کردی تھی۔ انہوں نے فاریہ سے شادی نہ کرنے کی صورت میں اسے عاق کرنے کی دھمکی دے دی۔ ایسا وہ صرف اپنی انا ——— کو قائم رکھنے کے لیے کر رہے تھے ورنہ واسع چچا نے سالار کے انکار کا سنتے ہی فاریہ کی بات اپنے دوست کے بیٹے سے طے کردی تھی۔ ویسے بھی وہ بہت سمجھدار اور سلجھے ہوئے انسان تھے اور زبردستی کے باندھے گئے رشتوں کے قائل نہیں تھے مگر یہ بات وہ اپنے بڑے بھائی کو سمجھا نہیں سکے تھے۔ ادھر سالار بھی انہی کا بیٹا تھا ان کی دھمکی میں تو نہیں آیا مگر کچھ دنوں کے لیے گھر سے دوری ضرور اختیار کرلی اور وہ ششدر رہ گئے۔

اسی دوران فاریہ کی شادی کی تاریخ بھی طے ہوگئی۔ اس کی اجازت خود انہوں نے ہی واسع چچا کو دی تھی جب وہ ان سے پوچھنے کے لیے آئے تھے، مگر خود وہ اندر ہی اندر گھل رہے تھے۔ ایسے ہی ایک دن ان کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور انہیں اسپتال پہنچادیا گیا۔ سالار انہیں دیکھنے اسپتال آیا تھا، مگر وہ اس سے ملے نہیں۔ ان کے ڈسچارج ہو کر آنے کے بعد وہ بھی واپس آگیا تھا۔ بابا کی حالت بگڑنے کے بعد اب اسے کچھ شرمندگی سی ہونے لگی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ فاریہ اسے ناپسند تھی یا اس کی زندگی میں کوئی اور تھا، مگر سچ تو یہ تھا کہ اس نے کبھی فاریہ کے بارے میں اس طرح سے سوچا بھی نہیں تھا اور پھر ——— سوچ بچار کے بعد اس کا فیصلہ مختلف ہو سکتا تھا، اگر عام سی صورت حال میں رشتہ طے کرنے سے پہلے بابا ایک بار اس سے پوچھ لیتے اس کے انکار کی ایک بڑی وجہ اس کا اندرونی اشتعال بھی تھا کہ کیوں اس سے پوچھے بغیر اس کی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کرلیا گیا تھا اور اب وہ گھر تو آگیا تھا، مگر مضطرب، بے چین اور پریشانی کی سی کیفیت میں تھا۔ اسے یہی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ہمیشہ فرماں برداری سے ان کا ہر حکم بجالاتے ہوئے اچانک سے ان کی اتنی بڑی نافرمانی کرنے کے بعد وہ انہیں کیسے راضی کر سکتا ہے۔

☼ ☼ ☼

"میں جانتا ہوں بابا..... آپ مجھ سے بہت ناراض ہیں اور..... آپ کی یہ ناراضی بجا بھی ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں آپ کی بات اس طرح رد کروں گا اور میں کبھی ایسا نہ کرتا اگر یہ فیصلہ میری زندگی کا نہ ہوتا۔ یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں تھی بابا۔ ساری عمر کا معاملہ تھا اس کی بھی اور میری بھی ہمیں کیسے اس رشتے کے لیے ہاں کہہ دیتا جس کے لیے میرے ذہن و دل بالکل بھی راضی نہیں تھے۔" وہ اس وقت ان کے سامنے بیٹھا تھا سر جھکائے دھیمے مگر مضبوط لہجے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے۔

"میں نے فاریہ کے لیے کبھی اس طرح نہیں سوچا۔ وہ بہت اچھی ہے مگر اپنی پوری زندگی کسی کے ساتھ گزارنے کی میری اپنی کچھ ترجیحات ہیں۔ ایسے ان چاہے رشتے میں بندھ کر میں اپنی اور اس کی زندگی عذاب نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لیے میں نے انکار کیا۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا بابا پھر بھی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ کی خفگی میرے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے۔ پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے۔" اس کے لہجے میں بے بسی در آئی تھی۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نظریں کسی غیر مرئی نکتے پر جمائے بیٹھے تھے اس کی بات ختم ہونے پر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"تو تم واقعی میری ناراضی ختم کرنا چاہتے ہو۔ یہ جاننے کے باوجود کہ جو تم نے کیا وہ میرے نزدیک کسی بھی طور قابل معافی نہیں۔" وہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں بابا ایسا آپ کو لگتا ہے۔ میرا جرم اتنا بھی بڑا

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

❀ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے

❀ نئے بال اُگاتا ہے۔

❀ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔

❀ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔

❀ ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قیمت =/100 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/100 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- =/250 روپے

3 بوتلوں کے لئے ---------- =/350 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

WWW.READERS.PK

پاکستان ویب اور رِیڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

نہیں کہ معاف نہ کیا جاسکے پھر بھی میں چاہتا ہوں۔" اس نے کہتے کہتے ذرا توقف کیا۔

"میں واقعی چاہتا ہوں آپ مجھے معاف کردیں۔ میرے لیے اس دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں میں بہت مشکل میں ہوں بابا۔" وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ جانچنے والی نظروں سے گویا اس کی جذباتی کیفیت کی سچائی پرکھنا چاہ رہے ہوں۔

"میں تمہیں معاف کردوں گا سالار۔ میں اپنی ناراضی ختم کروں گا۔" انہوں نے کہا تھا وہ سر اٹھا کر بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔ ان کا انداز بے حد سرد تھا مگر ان کے الفاظ۔

"حریم سے شادی کرلو۔" اپنے اگلے جملے سے اسے جھنجھوڑتے ہوئے وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا۔" اسے لگا اسے سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔

"یہ میری ناراضی ختم کرنے کی آخری اور قطعی شرط ہے۔" وہ اس کے رد عمل سے بے نیاز تھے دو ٹوک لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے آکھڑے ہوئے۔

"اچھی طرح سوچ کر جواب دینا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے اور کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات ضرور ذہن میں رکھنا کہ اس بار گھر چھوڑ کر جانے کا فیصلہ تمہارا تھا' اگلی بار میرا ہوگا۔ میں نہیں دیکھنا چاہوں گا اپنی کسی نافرمان اولاد کو اپنی نظروں کے سامنے اب تم میری شرط مانتے ہو یا پھر ہمیشہ کے لیے اس گھر اور اس گھر کے لوگوں سے دور ہونا چاہتے ہو۔ یہ تم پر منحصر ہے۔"

انہوں نے اسے بالکل اسی طرح حیران کردیا تھا جس طرح کچھ دنوں پہلے سالار نے انہیں کیا تھا۔ وہ کچھ نہیں کہہ پایا زبان گنگ ہوگئی تھی' ذہن و دل آندھیوں کی زد میں تھے وہ ان کے کمرے سے نکل آیا کہ اب مزید ٹھہرے رہنے کی اس کی حالت ہی نہیں رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

حریم! یہاں دیکھو میری طرف۔ وہ لپ اسٹک کے شیڈز چیک کررہی تھی اریبہ کی آواز پر اس طرف دیکھنے لگی۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں؟" وہ نروس سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ حریم نے سرتاپا اس کا جائزہ لیا۔ ریڈ کلر کی پشواز میں چوڑی دار پاجامے اور بڑے سے دوپٹے کے ساتھ وہ اس لمحے واقعی غضب ڈھا رہی تھی۔

"تمہیں تو اچھی طرح پتا ہوتا ہے کہ تم کس لمحے کیسی لگ رہی ہو۔ یہ بات پوچھنے کے لیے تو تم نے کبھی آئینے کو بھی زحمت نہیں دی پھر مجھ سے پوچھنے کا خیال کیوں آگیا۔" حریم نے کچھ طنز بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"میری تعریف نہیں کرسکتیں تو طعنے بھی مت دو۔" وہ خفا ہوگئی۔

"ٹھیک ہے نہیں دیتی۔ اب مجھے تیار ہونے دو۔ بارات کے آنے میں کچھ ہی دیر ہے اور میں امی سے اپنی شامت نہیں بلوانا چاہتی۔" حریم نے گویا اسے باہر جانے کے لیے کہا تھا۔

"تم کتنی خودغرض ہو حریم' تمہیں میرا ذرا احساس نہیں۔"

"ارے! کیا کردیا ہے میں نے؟" وہ ہکابکا سی ہوگئی اس کی رونی صورت دیکھ کر۔ "اب کیا میں تیار بھی نہ ہوں۔ میرے کہنے کا مطلب تھا کہ تم اتنی خوب صورت لگ رہی ہو کہ تمہیں کسی تعریفی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں سچ۔" اس کی خوب صورت آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حریم نے جلدی سے اس کی تعریف کی۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ اریبہ کبھی اپنی تعریف سننے کے لیے اتنی جذباتی ہوئی تو نہیں تھی۔

وہ چند لمحے ہونٹ کاٹتی رہی پھر بھیگی آواز میں بولی۔

"میں نے تمہیں پریشان کردیا آئم سوری۔"

"نہیں پریشان تو مجھے تم لگ رہی ہو۔ میں جانتی ہوں' تم یہ بات پوچھنے کے لیے یہاں نہیں آئی تھیں۔ تمہارے دل میں کوئی اور بات ہے بتاؤ مجھے؟" حریم

اس کی کیفیت کچھ کچھ سمجھ گئی تھی۔ اس لیے پاس آکر نرم سے لہجے میں دریافت کیا تھا اور اس کے آنسو بہہ نکلے اس کے اس ہمدردانہ انداز پر۔

"حریم... وہ... وہ فرہاد۔" امڈ آنے والے بے تحاشا آنسوؤں کے سبب اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"فرہاد بھائی نے کچھ کہا ہے تم سے۔" حریم کو حیرت کا جھٹکا لگا سن کر اریبہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"میں تو چاہتی ہوں کہ وہ مجھ سے کچھ کہیں بھلے ہی مجھ پر غصہ ہوں۔ مجھ پر چلائیں مجھے برا بھلا کہیں مگر حریم وہ تو مجھے ایک نظر دیکھتے ہی نہیں۔ میں کیا کروں حریم؟ میں کیا کروں؟" وہ رو پڑی تھی۔ حریم ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں فرہاد بھائی تو ایسے ہی ہیں۔ سب جانتے ہیں ان کا مزاج اور تم بھی تو اچھی طرح جانتی تھیں نا۔" حریم نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو اس نے نظریں چرائی تھیں۔

"پھر بھی تم نے اپنی من مانی کی اور اب رو بھی رہی ہو۔ تمہیں تو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے تھا۔"

اریبہ تھکے تھکے سے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر پہلے کیے گئے میک اپ کو آنسو پھر سے دھونے لگے تھے۔

"مجھے لگتا تھا۔ وہ مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ... کہ... وہ کبھی مجھ سے اس طرح ناراض رہ ہی نہیں سکتے۔ وہ کبھی مجھ سے نفرت نہیں کرسکتے مگر اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں غلط تھی۔ ان کے لیے تو سب سے بڑھ کر ان کی انا ہے۔ میں تو بہت بعد میں آتی ہوں۔"

"تم ان کے جذبات پرکھ رہی تھیں اریبہ۔ اور انہیں تمہارے پیار پر مان تھا۔ نہ تم نے ان کا مان رکھا اور نہ ہی اب وہ تمہیں معاف کرپا رہے ہیں۔ بہتر ہوگا۔ تم سب کچھ وقت پر چھوڑ دو۔ شاید وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہارے لیے ان کی ناراضی ختم ہوجائے۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ اریبہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہنے لگی۔

"مجھے تو ریزائن کیے ہوئے بھی ایک مہینہ ہونے کو آرہا ہے۔ میرا خیال تھا کہ جب انہیں پتا چلے گا کہ میں نوکری چھوڑ چکی ہوں تو وہ مجھے معاف کردیں گے مگر۔"

"کیا تم ان سے معافی مانگنے گئیں؟" حریم نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔ وہ چپ سی رہ گئی پھر کچھ دیر بعد دھیرے سے کہا۔

"میری ہمت نہیں ہوئی' کیا... کیا میں جاؤں ان سے معافی مانگنے؟" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں کیا کہوں۔" وہ الجھ کر انگلیاں چٹخانے لگی۔ فرہاد کے مزاج کا تو اسے بھی صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس کا رعب اتنا زیادہ تھا کہ حریم نے کبھی اس کے سامنے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی تھی۔ اریبہ سے دو سال چھوٹی ہونے کے باوجود حریم کی اس سے بہت اچھی دوستی تھی مگر آٹھ سال بڑے بے حد سنجیدہ مزاج اور کم گو سے فرہاد بھائی کے بارے میں وہ کوئی بھی بات دعوے سے نہیں کہہ سکتی تھی۔

"دس منٹ میں ہال کے لیے نکل رہے ہیں۔ اگر تب تک آپ دونوں باہر نہیں نکلیں تو پھر کوئی شکوہ مت کیجیے گا۔" جواد نے کمرے میں جھانکتے ہوئے جتنی بلند آواز میں کہا وہ دونوں ہی اچھل پڑیں۔ اریبہ نے منہ پھیر کر اپنا بھیگا چہرہ چھپایا۔

"اچھا ٹھیک ہے ہم بس آرہے ہیں۔" حریم اسے روانہ کرکے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اٹھو اریبہ چھوڑو یہ باتیں۔ فاریہ ویٹ کررہی ہوگی' ہمیں اس وقت اس کے پاس ہونا چاہیے نا۔" رسان سے کہتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ وہ ان سوچوں سے دامن چھڑاتے ہوئے ایک گہری سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

بے حد خوبصورت اور نرم و نازک سی اریبہ کو اس نے ہمیشہ اپنی بھابھی کے روپ میں دیکھا تھا اور سب سے زیادہ خوشی اسے تب ہوتی تھی جب اریبہ کو دیکھتے ہی وہ اپنے اکھڑ اور غصیلے سے فرہاد بھائی کے آنکھوں میں دیئے جلتے دیکھتی تھی ورنہ تو اسے یہی لگتا تھا کہ فرہاد بھائی جیسے سخت مزاج انسان کو پیار و محبت جیسی

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

چیزوں سے آشنائی ہی نہیں ہے۔ ابھی باضابطہ اعلان نہیں ہوا تھا مگر بڑوں کے درمیان ان کی بات، بہت پہلے طے ہو چکی تھی۔ اس معاملے میں اریبہ خود کو خوش قسمت گردانتی تھی۔ محبت یکطرفہ ہو یا رسائی سے بہت دور ہو تو زندگی میں کسی دوسرے روگ کی گنجائش نہیں رہتی۔ مگر وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ جس طرح وہ اس کے عشق میں پور پور ڈوبی ہے وہ بھی اس کے لیے اپنی ذات بھلا دینے کا جذبہ رکھتا ہے۔ اس نے کبھی لفظوں میں اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا مگر بے خیالی میں اس پر اٹھتی اس کی اک نگاہ' بے اختیاری میں پکارا گیا اس کا نام۔ اریبہ کو اقرار کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی ــــــ سب کچھ اسی طرح چلتا رہتا مگر پھر اچانک ہی ان کی اس خاموش محبت میں تلاطم برپا ہوا تھا۔ جب اریبہ ایم کام کرنے کے بعد ایک بینک میں جاب کرنا چاہ رہی تھی۔ تایا جی اکلوتی بیٹی کی خوشی میں خوش تھے۔ سالار اور عدیل کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔ مگر فرہاد نے یہ سنتے ہی کافی شدید ری ایکشن دیا تھا۔

"تم یہ جاب نہیں کرو گی؟" ایک شام جب وہ اسے چائے دینے آئی تھی۔ وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا انتہائی خراب تیوروں کے ساتھ۔ اس کے ہاتھ پیر کانپنے لگے اسے تو ویسے بھی فرہاد کے غصے سے، بہت ڈر لگتا تھا اور آج تو اس کی کیفیت ہی کچھ اور تھی۔

"تم نے سنا اریبہ میں نے کیا کہا؟" اس کی خاموشی پر اس کا لہجہ مزید تند ہوا۔

"مجھے لڑکیوں کا ٹکے ٹکے کی نوکری کے لیے گھر سے نکلنا پسند نہیں اور تمہارا تو بالکل بھی نہیں۔ کس چیز کی کمی ہے تمہیں ایسی کون سی ضرورت ہے تمہاری جو پوری نہیں ہو رہی۔"

"بات ضرورت کی نہیں ہے فرہاد۔ یہ۔۔۔ یہ میرا شوق ہے۔" کپکپاتے لہجے میں اس نے بڑی مشکل سے کہا تھا۔

"شوق۔" اس نے طنزیہ لہجے میں دہرایا۔ "ایسے اوٹ پٹانگ شوق تم ترک ہی کر دو تو بہتر ہے۔ مجھے پسند نہیں ہے اریبہ کہ میں اپنی بات بار بار دہراؤں تمہارا یہ صبح و شام گھر سے نکلنا' مردوں کے درمیان بیٹھ کر کام کرنا۔ ان کی نظریں سہنا۔ اپنے شوق کی خاطر تم برداشت کر سکتی ہو مگر میں نہیں۔"

"آپ دقیانوس ہو رہے ہیں۔" اس میں نجانے کہاں سے اتنی ہمت آگئی کہ اس نے فرہاد کے منہ پر یہ کہہ دیا۔

"اگر میری غیرت مند سوچ کو تم دقیانوسیت کہتی ہو تو میں دقیانوسی ہی سہی۔ میری ایک بات کان کھول کر سن لو اریبہ۔" فرہاد نے اس کے قریب آکر اسے شانوں سے جکڑا۔ اریبہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

"تمہیں شاید اندازہ نہ ہو۔ میں اپنی چیزوں کو لے کر بہت پوزیسیو ہوں اور تم پر تو میں کسی کی میلی نظر بھی برداشت نہیں کر سکتا اسی لیے تم اپنی یہ بے وقوفانہ ضد چھوڑ دو تو اچھا ہو گا۔" اس کی بے حد گہری دہکتی بادامی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔ اریبہ کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔ "اگر تم نے یہ جاب کی تو میں سمجھوں گا۔ تمہاری زندگی میں' میں کہیں نہیں ہوں۔ تمہارے لیے صرف تمہاری اپنی ذات اہم ہے پھر میں نہیں آؤں گا تمہارے کسی بھی معاملے کے بیچ۔"

اریبہ حیران سی اسے دیکھ رہی تھی۔ فرہاد نے اپنے ہاتھ اس کے شانوں سے ہٹا لیے تھے۔ دوسرے ہی پل وہ بھاگ کر اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

اور پورے ہفتے شدید کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد جب اریبہ نے آفس میں پہلے دن جانے کے لیے کپڑے پریس کرنے کے لیے نکالے۔ حریم حیرت اور تاسف سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تم۔۔۔ تم جا رہی ہو اریبہ بھائی کے نہ چاہنے کے باوجود۔" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں جا رہی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔ "اور اپنے بھائی کا نام میرے سامنے نہ ہی لو تو بہتر ہے۔ ان کے فضول نظریات' ان کی تنگ ذہنیت کی وجہ سے میں اپنا دل نہیں مار سکتی۔ ویسے بھی یہ میرے کیریئر کا سوال ہے۔" اس لمحے اریبہ نے جذباتی پن کی انتہا کر دی تھی۔

"تمہارا دل۔ تمہارا کیریئر اور فرہاد بھائی کی جگہ کیا ہے تمہاری زندگی میں؟" حریم نے تلخی سے استفسار کیا تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔

"تم بہت پچھتاؤ گی اریبہ مت کرو ایسا۔" اسے پریشانی ہونے لگی اریبہ کے اس اٹل انداز پر اور کچھ فرہاد کے ری ایکشن کا سوچ کے۔

دوسرے دن رات کے کھانے پر جب سب ہی موجود تھے۔ تایا جی نے اریبہ سے پوچھا تھا کہ اس کا آفس کا پہلا دن کیسا گزرا؟ فرہاد اس دن لیٹ آیا تھا اس لیے اسے خبر نہیں تھی کہ وہ اس کے پیار' اس کے مان کو قدموں تلے روند کر جاب جوائن کر چکی ہے۔ اسی لیے تایا جی کے اس سوال پر اس کی آنکھوں میں جتنی بے یقینی پھیلی تھی۔ اریبہ کو کچھ ہوا تھا۔ دوسرے ہی پل وہ کرسی دھکیلتا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سب ہی حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر طوفانی رفتار سے ڈائننگ ایریا سے باہر نکل گیا اور اریبہ کو یوں لگا جیسے وہ اس کی زندگی سے بھی نکل گیا ہو۔ تب اسے صحیح معنوں میں احساس ہوا کہ جذبات میں آکر درحقیقت اس سے کیا غلطی سرزد ہو چکی ہے۔ حریم نے اس سے کہا تھا۔ وہ پچھتائے گی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس پر یہ وقت اتنی جلدی آنے والا ہے۔ اس نے فرہاد جیسے انسان کے دل کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ جو ہر معاملے میں بلا کا شدت پسند تھا۔ غصے میں ضد میں' انا میں' محبت میں اور۔۔۔ نفرت میں بھی۔

اور اب حال یہ تھا کہ وہ اسے ایک نظر دیکھنے کا روادار نہ رہا تھا۔ اس کے انداز میں اریبہ کے لیے اتنی بیگانگی آگئی تھی کہ اس کا ہر پل سلگتے ہوئے گزرنے لگا تھا وہ اس بات کے لیے اسے قصوروار بھی نہیں ٹھہرا سکتی تھی کہ یہ سب اس کا اپنا ہی تو کیا دھرا تھا جواب اسے بھگتنا تھا۔

"اریبہ۔ کیا کر رہی ہو تم۔ باہر آکر بیٹھو نا سب کے درمیان۔"

وہ رات کے کھانے کے بعد اٹھ کر فوراً اپنے کمرے میں چلی آئی تھی اور جب کافی دیر تک باہر نہیں نکلی تو حریم کو اسے ڈھونڈتے ہوئے اس کے کمرے تک آنا ہی پڑا "مجھے لگا تھا آجاؤ گی تم تھوڑی دیر میں۔ اسی لیے میں چائے بنانے بھی نہیں اٹھ رہی تھی۔" تیز سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ کشن گود میں لے کر اس کے سامنے آبیٹھی۔

"تو تم نے چائے نہیں بنائی؟" اریبہ نے حیران ہو کر دریافت کیا۔

"نہیں بنا تو دی مگر فاریہ کا فون آگیا تھا۔ اس سے بات کرنے کی وجہ سے تھوڑی تاخیر کیا ہوئی کہ سب نے وہ سنائی ہیں کہ الاماں۔"

"فاریہ کیا کہہ رہی تھی' خوش تو ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بہت۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "حسن بھائی بہت اچھے ہیں۔ مجھے تو یہی بتایا ہے ہنی مون پر جانے والے ہیں نا تو کہہ رہی تھی۔ شاید کل چکر لگائے گی۔۔۔ اور۔۔۔ یہ تمہیں کیا ہوا؟" کہتے کہتے اس کی توجہ پھر سے اس نے کھینچی۔

"کچھ نہیں بس سر میں درد تھا ذرا سا۔" وہ ناخن کترنے لگی۔

حریم نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ "بس کرو اریبہ یہ بہانہ بہت پرانا ہو گیا ہے سچ سچ بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

"میری آج کل صرف ایک ہی ٹینشن ہے اور وہ تم بھی جانتی ہو۔" اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ بکھر رہی تھی۔ حریم اسے دیکھتی رہی۔

"فضول میں خود کو ٹینشن دے رہی ہو اریبہ۔ مت سوچا کرو اتنا کچھ وقت گزرنے دو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔ جیسے جیسے وقت گزرے گا میرے لیے اس کے جذبات پر مزید گرد بیٹھتی چلی جائے گی اور پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس کے دل میں میری کوئی جگہ بچے گی ہی نہیں۔" اس کی پلکیں بھیگنے لگی تھیں۔ حریم نے بے اختیار اس کے

WWW.READERS.PK

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

پاکستان ویب کی پیشکش

پاکستان سوشل ویب ☪ دنیا بھر میں موجود پاکستانیوں کی مقبول ترین سوشل ویب سائٹ

آیئے، آپ بھی پاکستان ویب کا ساتھ دیں:

پاکستان ویب پر رجسٹر ہو کر، اس کے ممبر بن کر، اس کا قابل فخر حصہ بنئے!

اپنے دوست احباب کو پاکستان ویب کے بارے میں بتائیں اور اُنہیں بھی ممبر بننے کی دعوت دیجئے!

پاکستان ویب کا لائبریری سٹاف گروپ جوائن کر کے اُردو ادب کے فروغ کی کوششوں میں حصہ ڈالئے!

پاکستان ویب جوائن کر کے دنیا میں پاکستان کا نام اور اس کا اسلامی و قومی تشخص بہتر بنایئے!

پاکستان ویب کے اخراجات ادا کرنے میں اِنتظامیہ کے ساتھ تھوڑا بہت مالی تعاون بھی کیجئے تاکہ پاکستان کی یہ منفرد ویب سائٹ اپنی بہترین خدمات پاکستان اور آپ جیسے محب وطن پاکستانیوں کیلئے جاری رکھ سکے!

جزاک اللہ خیر!

www.Pakistan.web.pk

محبِ وطن پاکستانیوں کی معیاری فیملی تفریحی سوشل ویب سائٹ!

new

www.Readers.pk BETA

for all enthusiastic readers

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

ہاتھ تھامے۔ جتنی نرم و نازک اریبہ خود تھی اتنا ہی نازک و حساس اس کا دل بھی تھا۔

"تم کہو تو میں بھائی سے بات کروں؟"

"تم میں اتنی ہمت ہوگی؟" اریبہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ "نہیں ہوگی مجھ میں بھی ہمت نہیں ہے اس سے معافی مانگنے کی۔ مجھے ڈر ہے۔ وہ مجھے کچھ ایسا نہ کہہ دے کہ میں جینے کی امید ہی چھوڑ دوں۔"

"پاگل ہو گئی ہو اریبہ۔"

وہ اس سے ہاتھ چھڑا کر کھڑی ہو گئی۔ "کیا وہ گھر پر ہے؟"

"تمہیں ان سے بات کرنی ہے؟" حریم بھی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چھٹکارا چاہتی ہوں اس خوف سے۔ میری برداشت جواب دے رہی ہے مجھے اس سے بات کر لینی چاہیے اب۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر ذرا ٹھہر جاؤ۔ ابھی وہ لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ کمرے میں جائیں تو چلی جانا۔" حریم اس کا ہاتھ دبا کر بولی تھی اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر اس کے فرہاد سے بات کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد وہ لاؤنج میں چلی آئی تھی جہاں سالار کے علاوہ سب ہی موجود تھے فرہاد جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ تایا جی چچا جی کے ہمراہ وہاں آ گئے۔

وہ دونوں کافی دیر سے چچا کے کمرے میں کسی گفتگو میں مصروف تھے۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ معمول کی گپ شپ ہوگی۔ مگر جب تایا جی نے چچا جی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پرجوش انداز میں اپنی بات شروع کی تو وہاں موجود سب ہی لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ اریبہ نے ایک نظر فرہاد پر ڈالی' اس کی پیشانی پر ناراضی و ناگواری کی سلوٹیں صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔

"اس ہفتے کو باقاعدہ منگنی کی رسم ادا کر دیں گے۔ زیادہ لوگ نہیں ہوں بس گھر ہی میں ایک چھوٹی سی تقریب رکھ لیتے ہیں۔" مسکراتے ہوئے کہتے تایا جی کے انداز سے لگ نہیں رہا تھا کہ انہوں نے یہ فیصلہ اچانک کیا ہے اور تب ہی اریبہ کو یہ احساس ہوا کہ صرف وہی بے خبر تھے ورنہ امی' چچی ان کے چہرے بھی نارمل تھے گویا انہیں پہلے سے پتا تھا۔ اس نے حریم کی تلاش میں نظریں دوڑائیں مگر وہ کہیں نہیں تھی۔ فرہاد بنا کچھ کہے انتہائی خراب موڈ کے ساتھ وہاں سے نکلا۔ چچا کے چہرے پر گھبراہٹ پھیل گئی۔

"لگتا ہے اسے اپنی رائے نہ پوچھے جانے پر غصہ ہے۔" تایا جی کے چہرے کی مسکراہٹ پل میں غائب ہوئی تھی وہ فوراً" سنجیدہ ہو گئے۔

"ہم سے غلطی ہوئی۔ وہ بڑا بھائی ہے ہمیں اسے بھی بٹھا کر پوچھ لینا چاہیے تھا۔"

"کوئی بات نہیں بھائی جان۔ میں بعد میں خود اس سے بات کر لوں گا۔" چچا نے تسلی دی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔" اس کے پاس سے گزرتے ہوئے جواد کی حیرت زدہ بڑبڑاہٹ اس نے واضح طور پر سن لی۔ کسی کے چہرے پر بھی وہ خوشی نظر نہیں آ رہی تھی جو ہونی چاہیے تھی۔ سوائے تایا جی کے وہ کسی ایسے بچے کی طرح خوش نظر آ رہے تھے جس کی کوئی ضد بڑی مشکلوں سے پوری ہوئی ہو۔

"یہ کیا کیا بابا آپ نے۔" وہ بے چین ہو کر وہاں سے نکل آئی۔ فرہاد سے تو بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جس قدر غصے میں وہ لگ رہا تھا ممکن تھا اسے سننے سے ہی انکار کر دیتا اور اب تو اس کا ارادہ بھی بدل گیا تھا۔ اس وقت وہ صرف اور صرف سالار کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ دروازے پر ہونے والی ہلکی سی دستک پر اس طرف دیکھا۔

"فرہاد!" ابو دروازے میں کھڑے بغور اسے دیکھ رہے تھے۔

"آیئے ابو" اس نے ایک گہری سانس لے کر خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔

"مجھے بلا لیا ہوتا۔"

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.READERS.PK

WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"نہیں۔ بات مجھے کرنی تھی تو آنا بھی مجھے ہی تھا۔ بیٹھو۔" اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بھی آکر پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"میں جانتا ہوں۔ میں نے غلط کیا تم سے نہ پوچھ کر۔"

لب بھینچے قدرے تناؤ کی سی کیفیت میں اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ "اگر آپ مجھ سے پوچھ لیتے تو میں کبھی اس رشتے کے حق میں رائے نہ دیتا اور شاید اسی لیے آپ نے مجھ سے پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ آپ کو اپنے بھائی کی خوشی زیادہ عزیز ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ آپ کی اولاد کیا چاہتی ہے۔" وہ بھرا بیٹھا تھا عام سے الفاظ میں سخت سا انداز لیے۔

"حریم ایک سیدھی سادی بچی ہے فرہاد۔ اس کے لیے وہی مناسب ہوگا جو ہم اس کے لیے بہتر سمجھیں گے۔" ان کے لہجے میں ہلکی سی برہمی در آئی۔

"تمہارے اعتراض کی وجہ کیا ہے۔ میں جانتا ہوں مگر۔ میں بھائی جان کے بے حد مان سے کی گئی اس خواہش کو رد نہیں کر سکتا تھا۔ اس بار وہ سالار کی رضامندی پانے کے بعد ہی میرے پاس یہ درخواست لے کر آئے ہیں۔ مجھے انکار کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کیا کہوں میں ان سے۔ ایک بار بیٹے نے انہیں مایوس کیا تھا۔ اس بار میں کردوں۔" ان کے سنجیدہ سے لہجے میں بے بسی کی آمیزش تھی۔

"سالار کو جتنی اچھی طرح میں جانتا ہوں آپ نہیں جانتے۔ ویسے تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اس بار بھی تایا نے ہی اسے اس رشتے پر ہامی بھرنے کے لیے مجبور کیا ہوگا۔ مگر بالفرض سالار اپنی دلی رضامندی کے ساتھ بھی آکر مجھ سے میری بہن کا ہاتھ مانگتا تو اپنی ایک بہن کے ٹھکرائے جانے کے بعد میں کبھی اسے اپنی دوسری بہن کا ہاتھ نہ دیتا۔" دو ٹوک لہجے میں کہتے ہوئے اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی تھی، وہ اسے دیکھتے رہ گئے۔

"اور اب تو ایسا ہے بھی نہیں۔" وہ اپنی بات مکمل کرنے لگا۔ "مجبوری کے اس رشتے میں بندھ کر وہ حریم کو کیسے خوش رکھ سکتا ہے۔ آپ کو اس پر سوچنے کی ضرورت ہے۔ مجھ سے آپ کیا توقع کر رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا لیکن اگر آپ حریم کی زندگی ایک غیر یقینی صورتحال کے حوالے کرتے ہوئے سالار جیسے شخص کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ دیں گے تو مجھے اس سارے معاملے سے الگ پائیں گے۔" وہ ان پر اپنا موقف واضح کرتے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"یہ کیسی ضد ہے فرہاد۔" ان کی آنکھوں میں تحیر کی جگہ اب تاسف نے لے لی تھی۔

"یہ ضد نہیں ہے۔ بڑا بھائی ہونے کی حیثیت سے اپنی بہن کے لیے میری فکر مند سوچ ہے۔ میں صرف حریم کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں اور آپ اپنے بھائی کو۔ ہماری سوچوں کا یہ تضاد ہمیں کبھی اس نکتے پر متفق نہیں کر سکتا۔ اسی لیے یا تو آپ میری بات مانیے یا پھر صرف اپنے من کی کیجیے۔"

"کیا فضول کی ہانک رہے ہو تم۔ تمہیں کیا لگتا ہے مجھے حریم کی خوشیوں کی کوئی پروا نہیں ہے، میں اس کا دشمن ہوں، صرف تمہیں ہی اس کی فکر ہے؟" "نہیں حقیقتاً" غصہ آگیا اس کی اس بات پر۔ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ "تم بڑے ضرور ہوگئے ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے فیصلے یوں رد کرنے لگو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں میرے بچوں کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ محض تمہاری انا کے لیے میں اپنے بھائی کو انکار کی یہ سبکی نہیں دے سکتا۔" ان کا انداز حتمی تھا۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے لب کاٹتے ہوئے بے بسی سے انہیں دیکھتا رہا۔

"تو ٹھیک ہے پھر جب میری رائے کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے تو آپ مجھ سے کہنے کیا آئے ہیں جو جی میں آئے وہ کیجیے۔ میں کچھ نہیں کہتا مگر میں آپ کے اس فیصلے میں شامل نہیں ہوں یہ بات یاد رکھیے گا۔" خاموشی سے چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ کافی غصے بھرے انداز میں کمرے سے نکل گئے تھے۔ وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

اگر تایا جی کو من مانی کرنے کی عادت تھی تو ابو کون سا کسی سے کم تھے۔ فرہاد جانتا تھا اب اگر وہ فیصلہ کر چکے تھے تو انہیں روکنا ناممکن ہوگیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مبارک ہو آپ کو کھونٹے سے باندھنے کا بندوبست ہوگیا ہے۔" کھڑکی سے ٹیک لگائے اس کی نظریں نیم تاریک لان میں ٹہلتی حریم کے بے چین قدموں پر تھیں۔ عدیل کی آواز پر اس نے چونکے بغیر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا آپ کچھ کہیں گے نہیں؟" ہلکے سے مسکراتے ہوئے عدیل سنگل صوفے پر آبیٹھا۔

"چچا جی نے کیا کہا؟" وہ سپاٹ لہجے میں پوچھنے لگا۔

"ظاہر ہے بات پکی ہوگئی ہے۔ تب ہی تو آپ کو مبارکباد دینے آیا ہوں۔" اس نے قدرے حیرت سے جواب دیا۔ "ویسے آپ تو چھپے رستم نکلے بھائی کبھی کچھ محسوس ہی نہیں ہونے دیا۔" اس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"اور کسی نے کچھ کہا؟" اس کی نظر ایک بار پھر چاند کی مدھم سی روشنی میں زرد لباس میں ملبوس حریم پر گئی۔

"فرہاد بھائی کچھ زیادہ خوش نہیں ہیں؟" وہ سنجیدہ ہوا بتاتے ہوئے۔

"ہونا بھی نہیں چاہیے۔" سالار دھیرے سے بڑبڑایا۔ "اور باقی سب کی کیا رائے ہے؟"

"باقی سب" عدیل نے زیر لب دہرایا۔ "آپ صاف الفاظ میں کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ حریم نے کیا کہا؟"

"تو بتادو۔" وہ اس کی طرف مڑا۔

عدیل کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو حیرت ابھری پھر وہ کندھے جھٹکتے ہوئے بولا۔

"میرا خیال ہے ابھی اس سے پوچھا ہی نہیں گیا۔"

"کیا یہ عجیب بات نہیں ہے۔" سالار کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"پتا نہیں مگر حریم کیا کہے گی۔ یقیناً" وہ راضی ہی ہوگی۔" عدیل کے انداز میں عجیب طرح کا فخر تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ آپ کو بھلا کون انکار کر سکتا ہے۔

"فرہاد کیا کہتا ہے؟"

"انہوں نے کسی کی بات نہیں سنی۔ بس غصے میں نکل گئے تھے۔ ہو سکتا ہے چچا نے بعد میں ان سے بات کی ہو۔ ابھی تو وہ خاموش ہیں مگر ان کے رویے سے آپ نے بھی اندازہ لگا لیا ہوگا۔ کتنے اکھڑے اکھڑے سے تھے آج پورا دن۔"

سالار نے بے اختیار پیشانی مسلی۔ فرہاد کزن اور متوقع سالا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا بہت اچھا دوست بھی تھا۔ مگر اب سالار کو لگ رہا تھا جیسے ان کے درمیان بننے والا یہ نیا رشتہ ان کے پہلے اور پرانے تعلق کو بہت پیچھے دھکیل دے گا۔ کسی سوچ میں الجھا وہ بے اختیار دروازے کی طرف بڑھ آیا۔

"کہیں جا رہے ہیں؟" عدیل اٹھ گیا۔

"بابا کے کمرے میں۔" وہ جواب دے کر باہر نکل آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"حریم! سو رہی ہو کہ جاگ رہی ہو۔" بھڑے ہوئے دروازے کو دھکیل کر اریبہ نے نائٹ بلب کی ہلکی سی روشنی میں اسے کمبل اوڑھے بیڈ پر دراز دیکھا تو دھیرے سے پکارا۔

"جاگ رہی ہوں آجاؤ۔"

"دیکھو تو پرسوں رات تم میرے پاس آئی تھیں اور اب مجھے تمہارے پاس آنا پڑا ہے۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

حریم کے چہرے پر اضطراب نمایاں تھا پر وہ خاموش رہی۔

"خوش نہیں ہو حریم؟" اریبہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"پتا نہیں۔ خوش ہونا چاہیے یا فکر مند۔ وہ مجھ میں کبھی انٹرسٹڈ نہیں رہے۔ میں جانتی ہوں۔ اور خود میں نے بھی کب ان کے بارے میں اس طرح سے سوچا

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

تھا۔ پھر اس رشتے کا مطلب کیا ہے اریبہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ تلخی سے پوچھنے لگی۔

"میں نے بھائی سے بات کی تھی۔ انہوں نے خود بابا کو اپنی رضامندی دی ہے۔" اریبہ نے نظریں جھکائے دھیمے سے کہا۔

"اور یہ غیر ضروری باتیں ہیں کہ تم نے ایسا نہیں سوچا۔ وہ انڈرسٹڈ نہیں ہیں' پر شادی کسی طوفانی قسم کے عشق کا نتیجہ نہیں ہوتی ہے۔ بعض رشتے دھیرے دھیرے اپنی جگہ بناتے ہیں' جذبے کھلتے ہیں' انڈر اسٹینڈنگ ہوتی ہے اور پیار ہو جاتا ہے اور یہی مناسب بھی ہے۔ انسان نارسائی کی اذیت تو نہیں سہتا۔ جسے چاہتا ہے وہ دسترس میں ہوتا ہے بنا کسی خوف اور اندیشے کے۔" اریبہ کی گلابی رنگت کسی نامعلوم حدت سے تمتما گئی تھی۔ جھکی پلکوں میں ستارے سے سمٹ آئے تھے۔

"ہاں مگر کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ زندگی گزر جاتی ہے۔ پیار تو دور آشنائی تک نہیں ہو پاتی اور پھر سالار بھائی جیسا شخص۔ معاف کرنا اریبہ مجھے تو لگتا ہے میری عمر گزر جائے گی مگر میں کبھی ان کی قلعہ بند ذات تسخیر نہیں کرپاؤں گی۔"

"ایسا نہیں ہے حریم تم سراسر غلط سوچ رہی ہو۔ سالار بھائی اوپر سے کتنے بھی سخت مزاج نظر آئیں مگر دل کے بہت اچھے ہیں۔ جذبات کا اظہار نہ کرنا الگ بات ہے اور جذبات نہ رکھنا الگ بات۔ بھائی کی بھی یہی خرابی ہے کہ انہیں ظاہر کرنا نہیں آتا۔"

حریم نفی میں سرہلاتے ہوئے بیڈ سے اتر آئی۔

"جانتی ہو اریبہ۔ جب انہوں نے فاریہ سے شادی سے انکار کیا تھا تو مجھے بہت برا لگا تھا۔ مگر پھر میں نے سوچا۔ یہ ان کی زندگی ہے۔ ان کی مرضی ہے۔ کسی پر زبردستی اپنے فیصلے مسلط نہیں کیے جاسکتے۔ حالانکہ فاریہ میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ وہ ہر طرح سے مجھ سے بڑھ کر ہی تھی تو پھر اب ایسا کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ہی فیصلے کی نفی کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں استفسار کررہی تھی۔ اریبہ نے کئی لمحے خاموشی کی نذر کردیے۔

"فاریہ میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ وہ بہت اچھی ہے اور مجھے یقین ہے بھائی کے انکار کی وجہ فاریہ کی کوئی شخصی کمزوری ہرگز نہیں رہی ہو گی۔ وہ اس قسم کی باتوں کو اہمیت دینے والے انسان ہیں ہی نہیں مگر تمہاری بات الگ ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ۔ اس بار وہ اپنے دل کے چاہنے پر یہ رشتہ جوڑنا چاہ رہے ہوں۔" دھیرے سے کہتے ہوئے اریبہ کی آواز آخری جملے پر مزید دھیمی ہوئی۔ حریم ایک دم سے چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اپنی بات مکمل کررہی تھی۔

"میں اس بارے۔ میں زیادہ نہیں جانتی ہوں حریم۔ مگر میں تمہیں یقین دلاتی ہوں سالار بھائی اپنے فیصلے نبھانے والے شخص ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم مجھے صرف یقین دلا سکتی ہو۔ کوئی ضمانت نہیں دے سکتیں۔ کوئی بھی نہیں دے سکتا۔" اسے جاتے ہوئے دیکھتے اس نے یاسیت سے سوچا تھا۔

☼ ☼ ☼

اتوار کی ایک سہانی سی شام میں حریم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سالار کے نام کردیا گیا وہیں اگلے مہینے رخصتی کی ڈیٹ بھی فکس کردی گئی۔ مگر اس بار کسی نے کوئی نعرہ اعتراض بلند کرنے کی زحمت نہیں کی۔ جب سب کچھ پہلے سے ہی ہو چکا ہو تو واویلا کرنے سے کیا حاصل۔ فرہاد تو پہلے ہی ایک جانب ہو چکا تھا۔ اس کا شادی میں شریک ہونے کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا۔ آفس میں اس کے ٹرانسفر آرڈر آچکے تھے۔ اگلے ہفتے اسے لاہور میں اپنی کمپنی برانچ میں رپورٹ کرنی تھی اس ٹرانسفر کے لیے اس نے تب ہی سے کوششیں شروع کردی تھیں جب دل کے ساتھ اس کی انا بھی مجروح ہوتی وہ

یہاں سے جانا چاہتا تھا اور اب تو اسے ایک اور جواز مل گیا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ ٹھیک نہیں تھا مگر ٹھیک تو وہ بھی نہیں تھا کہ جب دوبارہ اس کی ذات کی نفی کی گئی تھی۔ جب اس کی' اس کی رائے کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی تو چاہے وہ شادی میں شریک ہوتا یا نہ ہوتا کیا فرق پڑتا تھا۔ اس نے ابھی تک اس بارے میں کسی کو کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔ خالی الذہنی کی سی کیفیت میں سب کے مسکراتے چہرے دیکھتے ہوئے وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا جب ایک مانوس' دلفریب سی مہک اس کی سانسوں میں اترتے ہی وہ چونکنے پر مجبور ہوا۔ وہ اس کے سامنے ذرا سی جھک کر کولڈ ڈرنک کا گلاس رکھ رہی تھی۔

سبز رنگ کے نفیس سے لباس نے اس کے دلکش سراپے کی رعنائیوں کو مزید اجاگر کردیا تھا۔ ادھ کھلے بالوں کے ساتھ وہ شانوں سے ڈھلکتا آنچل سنبھالتی سیدھی ہوئی تو فرہاد کی نظریں اس کی زلفوں کے پیچ و خم میں الجھتی اس کی نظروں سے جا ٹکرائی تھیں۔ ایک بے اختیار سا تاثر تھا جس سے بندھ کر وہ سانس تک لینا بھول گیا تھا۔ کتنے ہی لمحے سرک گئے کہ اچانک ہی اطراف میں گونجتی کسی تیز آواز سے اس کے اعصاب مرتعش ہوئے تھے اس نے **دفعتاً** ہی نظروں کا زاویہ بدلا اور اگلے ہی پل وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بنا اس کی طرف دیکھے وہ جس تیزی سے وہاں سے نکلا۔ پیچھے کھڑی اریبہ کو اپنا آپ خاردار تار کی باڑھ میں جکڑا محسوس ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

"فرہاد!" وہ اپنی گاڑی کا لاک کھول رہا تھا۔ سالار کی آواز پر پلٹ کر دیکھا وہ اس طرف آتا دکھائی دیا۔

"کیا حال ہیں؟ دکھائی ہی نہیں دیتے آج کل۔" اس تمہیدی جملے سے بات کا آغاز کرتے ہوئے اس کا انداز کافی دوستانہ تھا۔

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے ہوئے فرہاد نے ایک گہری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔ اتنا تناؤ ان کے درمیان تب بھی نہیں آیا تھا جب سالار نے فاریہ سے شادی سے انکار کیا تھا۔

"ٹھیک ہوں تم سناؤ؟" وہ چاہ کر بھی اپنے لہجے میں پہلے کی سی گرمجوشی نہیں لاپایا۔ حالانکہ اب تو بہنوئی ہونے کے ناتے وہ اس کا حقدار بھی تھا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے' کیا ہم باہر کہیں چل کر بیٹھ سکتے ہیں؟" پلٹ کر ایک نظر گھر پر ڈالتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔

اسے کچھ حیرت سی ہوئی۔ کندھے جھٹکتے ہوئے سر ہلا کر گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔

"تو تم خوش نہیں ہو؟" کیفے میں اس کے سامنے بیٹھتے ہی سالار نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔ فرہاد کی نظریں ٹیبل پر تھیں۔ اس کی بات پر اس نے پہلو بدلا۔

"تمہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے جب کسی اور کو نہیں پڑا۔"

"تو تمہیں ایسا لگتا ہے کہ تمہاری ناراضی سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"جہاں تک میں دیکھ رہا ہوں تو نہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"تمہیں اس سے کیا غرض۔ خوش تو تم بھی نہیں تھے مگر نکاح کرلیا۔" فرہاد کے طنزیہ لہجے پر اس کی کشادہ پیشانی پر کئی بل پڑ گئے۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں خوش نہیں ہوں۔" سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے سالار کا لہجہ انتہائی سنجیدہ تھا۔

"مگر اس رشتے میں میری مرضی شامل نہ ہوتی تو درحقیقت مجھے تمہاری لاتعلقی سے بھی کوئی غرض نہیں تھی جیسا کہ تم نے کہا میں دوسری بار بھی انکار کرسکتا تھا۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کی وضاحت دینا مشکل ہے۔ تم سمجھ لو میرا پہلا اٹھایا گیا قدم بھی ایسی ہی ایک بے وقوفی ہے جس کی توجیہہ دوسروں کو تو کیا میں خود کو بھی نہیں دے سکتا۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔ اس کے لیے فرہاد کو یہ یقین دلانا ضروری تھا' ان دونوں کے مابین جو رشتہ بن گیا تھا وہ اتنا نازک تھا کہ ذرا اسی غلط فہمی بھی برداشت کرنے کا متحمل نہیں تھا۔

"تو تم حریم سے شادی اپنی پہلی غلطی کے ازالے

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

کے طور پر کر رہے ہو؟" فرہاد کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔" سالار نے اس کی نظروں کی بے یقینی محسوس کرلی۔

"میں نے کہا نا۔ میرے لیے اس کی وضاحت دینا مشکل ہے۔ ہمیں پچھلی باتوں کو بھول کر آگے کا سوچنا چاہیے۔ میں نے حریم سے نکاح کیا ہے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے کبھی بھی کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ اور میں تمہیں اس بات کا بھی یقین دلاتا ہوں کہ ایسا میں نے صرف اور صرف اپنی مرضی اور خوشی سے کیا ہے۔ میرے اس فیصلے میں کسی کی بھی کوئی زور زبردستی شامل نہیں۔"

"تم جو چاہے کہتے رہو مگر میں یہ کہتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ میں اس رشتے سے' اس شادی سے بالکل بھی خوش نہیں ہوں اور نہ کبھی ہو سکتا ہوں۔ میں خوش فہمیاں پالنے والا انسان نہیں ہوں' اس لیے مجھے اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ جسے تم اب اپنی مرضی' اپنی خوشی قرار دے رہے ہو' کچھ ہی دنوں بعد اسے بھی اپنی بے وقوفی گرادنے لگو اور جسے تم نے اب اپنی بے وقوفی کہا ہے میرے نزدیک وہی تمہارا صحیح فیصلہ تھا جس پر تم اب بھی قائم رہتے تو بہتر ہوتا۔" سالار نے بات چھیڑی تھی اور فرہاد نے اسے اختتام تک پہنچایا تھا بنا کسی رعایت کے دوٹوک اور صاف لہجے میں۔

ٹھوڑی سہلاتے ہوئے سالار کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ اُبھری۔

"ٹھیک ہے۔ میں شاید اس صورت حال میں تمہیں اپنا یقین نہیں دلا سکتا۔ میرے الفاظ ہی میری ضمانت ہیں۔ میں اور کیا کہوں۔ یہ اب تمہیں آنے والا وقت خود بتادے گا۔"

"یقیناً" استہزا سے کہتے ہوئے فرہاد اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

کھڑکی کے پاس پڑے کاؤچ پر نیم دراز وہ دھیرے دھیرے ٹانگیں ہلا رہی تھی اور قریب ہی کارپٹ پر بیٹھی پیروں کا مساج کرتی حریم نے اسے کوئی پانچویں بار ٹوکا تھا۔

"کیا کر رہی ہو یار مت کرو۔" کاؤچ سے ٹیک لگائے اس کی کوفت کی وجہ نمایاں تھی۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارا؟" تندی سے کہتے ہوئے حریم نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ چہرے کے اطراف میں بکھری لٹوں سے کھیلتے ہوئے اریبہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اس کا سوال بھی نہیں سنا۔

"اریبہ!" اس بار اس پکار میں تنبیہہ تھی۔

"کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں۔" وہ پہلی بار چونکی۔

"پھر ایسے کیوں بیٹھی ہو گم سم سی؟"

"بس دل چاہ رہا ہے۔" وہ سادگی سے بولی۔

"چھوڑو یہ بتاؤ تم نے کلر سلیکٹ کیا؟" سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اس نے بات بدلی تھی۔

"کہاں یار۔" حریم کے چہرے پر بے زاری بکھر گئی۔ "فاریہ کہتی ہے ریڈ کلر ٹھیک رہے گا۔ مگر وہ تو اتنا کامن ہے۔ تم بتاؤ نا میں کیا کروں؟" وہ اس سے مشورہ مانگنے لگی آج کل برائیڈل ڈریس کا کلر اس کے لیے مسئلہ بنا ہوا تھا۔

"میرے خیال میں بھی ریڈ ہی ٹھیک رہے گا آگے تمہاری مرضی۔" وہ اپنی رائے دے کر کھڑی ہو گئی۔

"اریبہ!" حریم نے کچھ سوچ کر اسے پکارا۔

"ہوں۔" دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے بھائی سے بات کی؟" اسے نجانے یہ پوچھنے کا کیوں خیال آیا۔ اریبہ اپنی جگہ ساکت سی ہو گئی۔

"نہیں۔" اس کی آواز دھیمی ہوئی تھی۔

"کیوں؟" حریم نے اس کی آنکھوں میں بھری نمی کو بغور دیکھا۔

"دل نہیں چاہا۔ وقت نہیں ملا۔ ہمت نہیں ہوئی۔ اب اس میں جو بھی وجہ تمہارے دل کو لگے وہی سمجھ لو۔" پلٹتے ہوئے اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔

"جانتی ہو اریبہ۔۔۔ میں نے فیصلہ کیا اور مطمئن ہو گئی۔ نتائج کیسے بھی ہوں دوراہے پر کھڑے رہنے سے کوئی ایک راستہ چن لینا بہتر ہوتا ہے تم تو مستقل خسارے میں ہو۔ کوئی فیصلہ کرو نتائج دیکھو اور خود کو اس اذیت سے نجات دلاؤ۔ یہ مسلسل اضطراب تمہیں ختم کر رہا ہے۔" وہ تفکر بھری سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اریبہ نے مڑ کر دیکھے بغیر ہی سر ہلایا۔

"کوشش کروں گی۔" آنسوؤں کو رخساروں پر پھسلنے سے پہلے ہی سختی سے آنکھوں کو رگڑ کر وہ باہر نکل آئی تھی۔

"اریبہ۔۔۔ کہاں ہو تم۔۔۔ کب سے آوازیں دے رہی ہوں کچھ ہوش ہے کہ نہیں شادی میں اتنے کم دن بچے ہیں ڈھیروں ڈھیر خریداری کرنی ہے اور تم لوگوں کو تو جیسے کوئی فکر ہی نہیں ہے۔" لاؤنج میں آتے ہی امی کو اسے دیکھ کر کام یاد آ گئے۔ چچی بھی پاس ہی بیٹھی تھیں اور زرق برق چمکیلے ملبوسات بکھرے پڑے تھے۔ وہ پیشانی سہلاتے ہوئے تھکے تھکے انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔

"کس کے ساتھ جائیں گے گھر پر کوئی بھی نہیں ہے آپ نے پہلے بتایا ہوتا تو عدیل کو روک لیتی۔" وہ بے زاری کی حدوں پر تھی۔

"ارے۔۔۔ کیوں کوئی نہیں ہے۔ فرہاد تو گھر پر ہی ہے۔ میں جا کر اس سے کہہ دیتی ہوں وہ لے جائے گا۔" چچی نے سنتے ہی مسئلے کا حل نکالا تھا اریبہ نے جز بز ہو کر ان کی صورت دیکھی۔

"رہنے دیں چاچی۔۔۔ کل چلے جائیں گے۔"

"کل بھی جانا پڑے گا یہ شادی کی خریداری کوئی ایک دن میں مکمل نہیں ہو جاتی۔ تم جا کر تیار ہو جاؤ میں فرہاد سے کہہ دیتی ہوں۔" چچی حکمیہ انداز میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔

"اریبہ۔۔۔ یہاں آؤ۔" امی نے بغور اس کا انداز دیکھا تھا۔ اریبہ آ کر ان کے قریب بیٹھی۔

"کیا ہوا ہے؟ طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟" وہ کئی دنوں سے اسے الجھا ہوا محسوس کر رہی تھیں۔ بھائی کی شادی کا کوئی جوش و خروش کوئی خوشی دکھائی ہی نہیں دے رہی تھی اس کے چہرے پر۔

"نہیں۔۔۔ ٹھیک ہوں کیا ہونا ہے؟" وہ سر جھکائے انگلیاں چٹخانے لگی۔

"پھر اتنی بجھی بجھی کیوں رہنے لگی ہو۔" انہوں نے پیار سے پوچھا تھا۔

"وہم ہے آپ کا۔۔۔ کچھ نہیں ہوا مجھے۔" اس نے بمشکل دل کو سنبھالا جو امی کے ہمدردانہ لہجے پر پھر سے بھر آیا تھا۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں پھر سر ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے نفیسہ اس شادی میں تمہاری اور فرہاد کی منگنی کا بھی سوچ رہی ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے شادی کے لیے انہیں تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ میں اپنی بیٹی کو اتنی جلدی وداع نہیں کر سکتی۔" وہ پیار سے اس کے بال سہلا رہی تھیں اور اریبہ ان کے انکشاف پر لرزتے وجود کے ساتھ آنکھوں میں بے یقینی لیے یک ٹک انہیں دیکھ رہی تھی۔

تو کیا فرہاد مان گیا کیا اس کی ناراضی محض ایک دکھاوا تھی۔ کیا وہ بھی اتنی ہی شدت سے اس کا منتظر تھا۔ اسے ان سے کچھ پوچھنے کی مہلت ہی نہیں ملی کیونکہ اسی وقت چچی چلی آئی تھیں اور۔۔۔ ہمراہ وہ بھی تھا بلیک پینٹ اور گرے کلر کی شرٹ میں کف ذرا سے فولڈ کیے وہ سامنے کے صوفے پر گر سا گیا تھا۔

"کون کون جا رہا ہے؟" آنکھوں میں اضطراب کی عجیب سی کیفیت لیے اپنے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے بنا کسی کو مخاطب کیے پوچھا تھا۔

"حریم اور اریبہ ہی جائیں گی۔ اٹھو بھی اریبہ۔۔۔ جا کر حریم کو بلا لاؤ تم ابھی تک یہیں بیٹھی ہو۔" چچی نے اسے ہنوز بیٹھا دیکھ کر قدرے ڈپٹا تھا وہ سوچ رہی تھی۔ فرہاد کوئی بہانہ بنا کر جانے سے انکار کر سکتا ہے' مگر وہ کتنے آرام سے مان گیا تھا۔ اس کا دل پھر سے خوش فہم ہو چلا۔

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"میں دو گھنٹے سے زیادہ ٹائم نہیں دے پاؤں گا۔ مجھے ایک ضروری کام سے کسی سے ملنے بھی جانا ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بات کرنا چھوڑ چکا تھا۔ پتا نہیں اپنے سیل اسکرین پر نظریں جمائے اس نے یہ بات کس سے کہی تھی۔

"کاش۔۔۔ میں بھی تمہیں اسی طرح نظرانداز کر پاتی۔۔۔ جس طرح تم مجھے کرتے ہو۔" دل میں بھرتا دھواں آنکھوں تک پہنچا تھا وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور پھر اسی دن اسے اپنے ہر سوال کا جواب مل گیا۔ جب شاپنگ کے دوران اس نے مسلسل فرہاد کے سپاٹ چہرے اور سرد رویے سے اپنا ہر ایک احساس جمتا محسوس کیا۔ وہ جان گئی۔ فرہاد بے خبر ہے مگر اسے اتنی تسلی ضروری تھی۔ وہ بے گانگی برت سکتا ہے۔۔۔ ناراضی جتا سکتا ہے مگر سالوں سے ہوئے اس طے شدہ عہد کو۔۔۔ قلب سے جڑے اس رشتے کو نہیں توڑ سکتا۔

☼ ☼ ☼

وہ اس وقت فون پر حیدر سے اپنی رہائش کے سلسلے میں بات کر رہا تھا حیدر اس کا بہترین دوست تھا اور اسی نے لاہور میں اسے اپنے ساتھ اپارٹمنٹ شیئر کرنے کی آفر کی تھی۔ اسے کچھ دنوں تک چلے جانا تھا مگر وہ پریشان تھا کہ ابھی تک گھر میں کچھ بتا نہیں پایا تھا اور حیدر سے بات کر کے وہ ابو کے پاس جانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ امی خود چلی آئیں۔ وہ حیران ضرور ہوا مگر ظاہر نہیں کیا۔

"فارغ ہو تو کچھ بات کرنی ہے تم سے۔" انہوں نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔

"بولیں۔" وہ ان کے سامنے آبیٹھا۔

"شادی میں کچھ ہی دن بچے ہیں۔ سوچا پہلے سے تمہیں بتا دوں کہیں عین وقت پر کوئی فساد نہ کھڑا کر دو۔ تمہاری اکھڑ مزاجی سے تو میں ویسے ہی عاجز ہوں۔" انہوں نے بات جس انداز میں شروع کی اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"ڈانٹنے آئی ہیں مجھے۔"

"نہیں بھئی۔" انہوں نے سر ہلایا۔ "تمہارے ابو چاہ رہے ہیں شادی میں تمہاری منگنی کی رسم بھی ادا کر دی جائے۔ یہی کہنے آئی تھی۔"

"کس کے ساتھ؟" اس کے لبوں کی مسکراہٹ یکلخت غائب ہوئی۔ سپاٹ لہجے میں پوچھتے ہوئے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی چھا گئی تھی۔

"حد کر دی ہے فرہاد۔۔۔ یہ بھی کوئی پوچھنے والا سوال ہے۔ اریبہ سے اور کس سے۔۔۔" تحیر اور غصے سے کہتے ہوئے وہ بری طرح بگڑ گئیں۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "تو جا کر کہہ دیں ابو سے۔۔۔ میں بیٹا ہوں ان کا بیٹی نہیں ہوں۔ میری زندگی کا فیصلہ وہ اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔" اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ انہوں نے بوکھلا کر اس کی صورت دیکھی۔

"کیا مطلب ہے فرہاد؟ کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں اریبہ سے منگنی کرنا چاہتا ہوں نہ شادی۔ یہ ہے میرا مطلب۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیا تھا "ابو نے حریم کا رشتہ کرتے ہوئے مجھ سے نہیں پوچھا اگر پوچھتے تو میں اسی وقت انہیں بتا دیتا۔ میری بہن وہاں جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ان کی بیٹی کو بھی بہو بنا کر لے آئیں۔ میں ادلے بدلے کی شادی کے سخت خلاف ہوں۔ اسی لیے اب آپ میری طرف سے یہ رشتہ ختم سمجھیں۔" اس نے اپنا فیصلہ سنایا تھا اور ان کے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔

"فرہاد تمہیں۔۔۔ تمہیں اندازہ بھی ہے۔ تم کہہ کیا رہے ہو۔ تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا۔ حریم کا رشتہ ابھی ہوا ہے۔ تمہاری بات تو سالوں پہلے طے ہو چکی ہے۔" انہوں نے جیسے اسے یاد دلانا چاہا۔

"تو یہ آپ کو سوچنا چاہیے تھا۔ نہ کرتے حریم کا رشتہ۔ قائم رہنے دیتے اس سے پہلے رشتے کو۔ ہر بار ہر فیصلہ آپ لوگوں کی مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتا۔"

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"تو اب تم ہمیں یوں سزا دو گے۔" وہ بے یقینی سے سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

"سزا کیسی امی؟ کیا اب میں اپنی زندگی کا کوئی فیصلہ کرنے کا حق بھی نہیں رکھتا۔" وہ دھیمے سے کہتا ان کے قدموں میں آبیٹھا۔

"تمہارے ابو تو فاریہ کا رشتہ بھی سالار سے کرنے والے تھے تب تو تم نے یہ ادلے بدلے والی بات نہیں نکالی تھی۔" انہیں جیسے اچانک ہی کچھ یاد آیا تو تلخ لہجے میں پوچھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ تایا جی نے صرف ابو سے بات کی تھی اور ابو نے اس وقت بھی مجھے اتنا ہی لاعلم رکھا تھا جتنا کہ اب رکھا۔ اور جب مجھے پتہ چلا تو اس سے پہلے کہ میں کوئی اعتراض کرتا۔ سالار میری بہن کو ریجیکٹ کر کے چلا گیا۔" اس کے لہجے میں عجیب سی کاٹ اتری تھی۔ وہ ششدر ہو کر اسے دیکھ رہی تھیں۔

"تو تم بدلہ لے رہے ہو؟"

"کیسا بدلہ! میں نے کہا نا میں وٹہ سٹہ نہیں چاہتا۔ بس اتنی سی بات ہے۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے بولا۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے فرہاد۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ کیسے بتاؤں گی میں انہیں جا کر۔ کتنا بڑا طوفان اٹھے گا۔ مت کرو بیٹا۔ اتنے سخت مت بنو۔ یہ غصہ یہ ضد انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔" وہ منت بھرے لہجے میں گویا تھیں۔

"اریبہ بہت اچھی ہے امی۔ اسے کوئی بھی اچھا لڑکا مل جائے گا۔ وہ لوگ خفا تو ہو سکتے ہیں مگر کنارہ کش نہیں۔ ہم بھی نہیں ہوئے تھے۔ ہم نے تو خوشی خوشی دوسری بیٹی بھی پیش کر دی۔ ہماری اس اعلا ظرفی کی وہ اتنی قدر تو کر ہی سکتے ہیں۔" اس کے بھاری لہجے میں تلخی بھی تھی طنز بھی تھا اور تاسف بھی۔ "تمہارے ابو تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔" امی اسے خبردار کرنا چاہ رہی تھیں۔ "کر دیں گے۔ جب اریبہ کی شادی کسی اچھی جگہ ہو جائے گی تو سب لوگ۔ سب کچھ بھول جائیں گے۔" دانت پر دانت جمائے اس کا اندرونی انتشار جیسے اسے توڑنے کے درپے تھا۔ کنپٹیاں سہلاتا وہ کھڑکی میں آکھڑا ہوا۔

"تف ہے تم پر فرہاد احمد جس پر کسی غیر کی نظر بھی گوارا نہیں تھی اسے خود ہی کسی اور کے حوالے کرنے کی بات کر رہے ہو۔ کیا یہی ہے تمہاری نام نہاد غیرت۔"

اس کا ضمیر اس پر قہقہہ لگا رہا تھا اور دل نے کسی کونے میں منہ چھپا لیا تھا۔

"میرا ٹرانسفر لاہور ہو گیا ہے۔ اگلے ہفتے تک میں وہاں چلا جاؤں گا۔" قدرے توقف سے اس نے انہیں اطلاع دی تھی۔ وہ ایک بار پھر حیران ہو کر اس کی صورت تکنے پر مجبور ہو گئیں۔

"میں آپ لوگوں کو پہلے بتانا چاہتا تھا مگر موقع نہیں ملا۔ میری رہائش کا بندوبست بھی ہو گیا ہے ہفتے کو میری روانگی ہے۔" وہ بے تاثر لہجے میں بتا رہا تھا۔

"اب بھی بتانے کی کیا ضرورت تھی فرہاد جا کر اطلاع دے دیتے۔" وہ بے پناہ صدمے میں آئی تھیں۔ اس نے نظریں چرائیں۔

"کہا نا موقع نہیں ملا۔"

"موقع نہیں ملا یا بتانا ہی نہیں چاہتے تھے۔ ہمیں کس بات کی سزا دے رہے ہو فرہاد آخر کوئی وجہ بھی تو ہو۔ ہمارا نہیں تو اپنی بہن کا ہی کچھ خیال کر لیا ہوتا۔"

"میں شادی پر آنے کی کوشش کروں گا۔" اس کے کھوکھلے لہجے میں کہے گئے اس جھوٹے بہانے پر وہ کچھ نہیں کہہ پائیں۔

"حریم سے تم خود بات کرو گے اور اپنے باپ کو بھی خود ہی بتاؤ گے اپنا انکار اپنا اعتراض، اپنا جانا اور جانے کی وجہ بھی۔" ناراض سے لہجے میں قطعی انداز اپناتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ فرہاد انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

گھر میں طوفان نہیں آیا تھا بلکہ سب کے حواس و اعصاب سکتے میں آگئے تھے۔ برہمی و ناراضی تو دور

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.READERS.PK

WWW.READERS.PK

کوئی احتجاج کا ایک لفظ تک نہیں کہہ پایا تھا۔ فرہاد نے اس کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ اس نے اپنا انکار' اپنا موقف کچھ ایسے بیان کیا تھا کہ ان کے لبوں پر قفل پڑ گئے تھے اور جب ابو نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو تایا جی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔

"نہیں واسع اگر فرہاد یہ رشتہ نہیں چاہتا تو ہم زبردستی نہیں کریں گے۔"

"کمال ہے آپ بھی ایسا سوچ سکتے ہیں۔" کب سے خاموش بیٹھے سالار نے اندر ہی اندر کھولتے ایک تلخ نگاہ ان پر ڈالی تھی۔

"لیکن بھائی وٹہ سٹہ غیروں میں مسئلہ بنتا ہے اپنوں میں نہیں۔ بلکہ ہمارے ذہنوں میں تو دور دور تک ایسی کوئی بات تھی بھی نہیں۔" وہ سخت شرمندہ تھے۔ وہ چاروں ہی اس وقت اسٹڈی روم میں بیٹھے تھے۔ تایا نے فرہاد کے انکار کا پتا چلتے ہی اس سے روبرو بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر پچھلے ایک گھنٹے سے جاری ان کی اس بات چیت کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا تھا۔

"میرے ذہن میں تھی اور میں نے اس لیے آپ کو حریم کا رشتہ کرنے سے منع کیا تھا۔" فرہاد نے واضح الفاظ میں جتایا۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا۔

سالار بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اتنا تو وہ اب تک سمجھ ہی چکا تھا کہ فرہاد یہ سب رد عمل کے طور پر کر رہا ہے اور اب اس نے خود ہی اس بات کا اعتراف بھی کر لیا تھا۔ فرہاد مصلحتاً بھی جھوٹ کا سہارا لینے کا قائل نہیں تھا۔

بابا کے ستے ہوئے چہرے پر ایک نظر ڈال کر وہ تیزی سے باہر نکل آیا تھا۔

شدید دکھ اور بے بسی سے اس کا رواں رواں سلگ رہا تھا۔ فرہاد نے پینترا ایسے وقت میں بدلا تھا جب شادی بالکل سر پر آئی تھی اور اس کے ہاتھ بندھ گئے تھے۔ اگر وہ پہلے سے ذرا سا اشارہ بھی کر دیتا تو سالار نتائج کی پروا کیے بغیر خود ہی اس شادی سے انکار کر دیتا۔ اسے اندازہ تھا کہ قلبی تعلق نہ بھی ہو تو بھی مدتوں سے طے اس رشتے نے اریبہ کے ذہن و دل پر انمٹ نقوش چھوڑے ہوں گے اس کی تکلیف کا عالم کیا ہوگا۔ وہ کس ذہنی اذیت سے گزر رہی ہوگی اس کے لیے یہی سوچ سوہان روح تھی۔

اس وقت بھی اسٹڈی روم سے نکل کر وہ اس کے پاس جانے کا سوچ رہا تھا کہ حریم کو اس کے کمرے کی طرف بڑھتا دیکھ کر اپنی جگہ رک گیا۔ جب سے شادی کے دن قریب آئے تھے وہ اس کے سامنے آنے سے کترانے لگی تھی۔ اب بھی نجانے کتنے دنوں بعد ان کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ ٹی پنک کلر کے لباس میں اس کے گلابی روپ پر اضمحلال کا رنگ نمایاں تھا۔ وہ اسے دیکھ کر کچھ حیران سی نظر آئی مگر اگلے ہی پل نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور سالار ایک گہری سانس بھرتا پھر سے پلٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

وہ کل رات اس کے کمرے میں آئی تھی۔ اپنی حالت' اپنے حال سے بے پروا دیوانوں کی طرح اس کے انکار کا سنتے ہی وہ اپنا نسوانی غرور' اپنی انا' اپنی عزت نفس اس کے قدموں میں ڈال کر اس سے اپنی محبت کی بھیک مانگ رہی تھی اور فرہاد ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایسا مت کرو خدا کے لیے ایسا مت کرو۔ میری ایک غلطی کی مجھے اتنی بڑی سزا مت دو۔ میں مر جاؤں گی فرہاد' میں سچ مچ مر جاؤں گی۔" وہ رو پڑی تھی۔ اس کا نازک وجود ہچکیوں سے لرز رہا تھا۔ اس کے بھیگے تمتماتے چہرے کو دیکھتے ہوئے فرہاد نے بے اختیار اسے شانوں سے تھاما۔

"ریلیکس ہو جاؤ اریبہ!" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے اسے اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا تو فوراً" اس کے شانوں سے ہاتھ ہٹا کر پشت پر باندھ لیے۔ وہ اس کی تھی اس کے سامنے کھڑی تھی مگر اس نے خود ہی اپنے حق سے دستبرداری منظور کر لی تھی۔ خود ہی دھڑکنوں کا' دل کا منقسم ہونا گوارا کر لیا تھا۔

"میں نہیں ہو سکتی ریلیکس' میں کیسے ریلیکس ہو جاؤں۔" وہ چلائی تھی۔

"کیا میرا قصور واقعی اتنا بڑا ہے۔ ایسا بھی کیا کر دیا ہے میں نے کہ تم مجھے اپنی زندگی سے نکالنے پر تل گئے ہو۔ بولو!"

"اریبہ!" دبے دبے تنبیہی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔ اس کی بلند آواز سب کو ہی اس جانب متوجہ کر دیتی۔

"کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ یہ سب۔" اس کی ٹانگیں بے جان ہوئی تھیں وہ روتی ہوئی وہیں بیٹھ گئی۔ ان لمحات میں فرہاد کو اپنے ضبط کی طنابیں چھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس نے بہت دھیرے سے اسے پکارا۔

"اریبہ میری بات سنو میں تمہیں کوئی سزا نہیں دے رہا۔ یہ میرا ایک ذاتی فیصلہ ہے۔ ایک ایسا فیصلہ جس میں تم سمیت سب ہی کی بہتری ہے۔ میں تمہیں اپنی زندگی سے نہیں نکال رہا مگر میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل بھی نہیں کر سکتا۔" فرہاد جانتا تھا وہ کوئی بھی وجہ دیتا' کوئی بھی سبب تراشتا اس کی ہر بات اریبہ کے لیے بے معنی ہی تھی۔

"کیوں؟ کیوں؟" اس کی سمت نگاہیں اٹھاتے اس کے دھیمے لہجے میں بے بسی سی بے بسی تھی۔

"تم کہتے ہو تم مجھ سے ناراض نہیں ہو۔ تم نے مجھ سے بات کرنا چھوڑ دیا ہے' مجھے دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے تمہاری بات نہیں مانی تھی۔ میں مانتی ہوں میں نے تمہیں بہت ہرٹ کیا ہے۔ مجھے اس کا بھی اعتراف ہے مگر پھر میں نے تمہارے لیے ریزائن بھی کر دیا۔ میں نے کئی بار تم سے معافی مانگنے کی کوشش بھی..."

"مگر تم نے مجھے میری اوقات تو یاد دلا دی نا۔" اس کے لبوں پر بے ساختہ یہ شکوہ مچلا تھا۔ اریبہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرو۔ مجھے جو سزا دینی ہے دے لو۔ میں اف تک نہیں کروں گی مگر مجھے ایسے چھوڑ کر مت جاؤ مجھے اپنی زندگی سے مت نکالو فرہاد۔ مجھے اپنے پاس رہنے دو میرے ساتھ رہو۔" گلوگیر لہجے میں منت کرتے ہوئے وہ اس کے سارے ارادے متزلزل کرنے لگی تھی۔ وہ اس کے جذبوں سے آگاہ تھا مگر ان جذبوں کی شدت اور تڑپ اس پر آج آشکار ہوئی تھی۔ ورنہ کچھ عرصے پہلے اریبہ نے جس طرح اسے درخور اعتنا نہ جانتے ہوئے اپنی من مانی کی تھی۔ اسے لگنے لگا تھا۔ وہ اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اس راہ شوق میں وہ اکیلا ہے۔ اسے اکیلے چلنا ہے اور اکیلے ہی جلنا ہے۔ مگر اب سنجیدہ اور کم گو سی اریبہ کو یوں روتے بلکتے دیکھ کر اس پر فہم و ادراک کے عجیب ہی در وا ہو رہے تھے۔

"میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتا اریبہ' میری بات سمجھنے کی کوشش کرو ہمارا رشتہ اب پہلے جیسا نہیں رہا۔ میری بہن تمہارے گھر آ رہی ہے اور کچھ پتا نہیں کہ اس کی آگے کی زندگی کیسی ہوگی۔ اس کی خوشیوں کی میرے پاس کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے ایسی صورت حال میں' میں خالصتاً" اس کا بھائی بن کر سوچنے لگوں۔ میں بھول جاؤں اپنا اور تمہارا رشتہ' مجھے صرف اپنی بہن یاد رہے بتاؤ سہہ پاؤ گی! رہ لو گی ایک بدلے ہوئے فرہاد کے ساتھ؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے تلخی سے پوچھنے لگا۔

"ہاں رہ لوں گی۔" اس نے جواب دینے میں لمحہ بھر کی بھی دیر نہیں کی۔ "مجھے ہر حال میں رہنا قبول ہے مگر صرف تمہارے ساتھ۔ تمہارے نزدیک' تمہارا مجھے چھوڑ کر جانا میری بھلائی ہے تو مت کرو میرے ساتھ ایسی بھلائی۔ تم مجھے جیسا رکھو گے میں رہوں گی۔ لیکن... لیکن اگر... تم نے مجھے چھوڑنے کی کوشش کی تو میں نہیں رہ پاؤں گی فرہاد' میں واقعی نہیں جی پاؤں گی۔"

"یہ کیا پاگل پن ہے اریبہ۔" وہ جھنجلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ پاگل پن ہے تو پاگل پن ہی سہی۔ تم اپنے یہ جھوٹے بہانے مجھے مت سناؤ میں بے وقوف بننے والی

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

نہیں ہوں۔" اس کی آواز پھر سے بلند ہوئی تھی۔

"میرا فیصلہ نہیں بدلے گا اریبہ جاؤ یہاں سے۔" سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے وہ بالآخر سخت انداز اپنانے پر مجبور ہوا۔ اریبہ کی آنکھوں میں بے یقینی ابھری ہے۔ کچھ دیر یونہی اس کی سمت دیکھتے رہنے کے بعد وہ اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے مگر مجھے صرف اتنا بتادو تم مجھے چاہتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں۔" اس نے بنا ہچکچائے جواب دیا تھا۔

"میری قسم کھا کر کہو۔" اس کی حالت بگھرتی جارہی تھی۔

"جاؤ۔" اس نے ان سنا کرتے ہوئے آکر دروازہ کھولا تھا۔ اریبہ کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نمودار ہوئے۔

"تم ٹھیک نہیں کررہے فرہاد تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ میرے مان' میری محبت کو ٹھوکروں میں اڑا کر تم کبھی خوش نہیں رہو گے مجھے نامراد لوٹا کر تمہیں بھی کبھی چین نصیب نہیں ہوگا۔ تم تڑپو گے۔ بہت پچھتاؤ گے مگر میں نہیں ملوں گی یاد رکھنا۔ میں تمہیں کبھی نہیں ملوں گی۔" بنا لب کھولے اس کی لہو رنگ آنکھوں نے جو اس سے کہا تھا۔ فرہاد کو اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

وہ اس کے پہلو سے ہو کر باہر نکل گئی تھی۔ وہ دروازہ بند کرکے بیڈ پر گر سا گیا۔

"تم نے کر دکھایا فرہاد تم فاتح ٹھہرے۔ ورنہ کون ہوگا ایسا جو اپنی انا کی خاطر اپنی زندگی ہار دے۔ تم واقعی مبارکباد کے مستحق ہو کیونکہ ایسا صرف تم ہی کرسکتے ہو۔" کمرے کے در و دیوار جیسے اس پر ہنس رہے تھے اور اس کے اندر تک ویرانیاں' خاموشیاں اور وحشتیں پھیلتی جارہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ بھولتا نہیں تھا اس کی یہی بڑی خرابی تھی۔ اس کی زندگی میں بہت سے اتار چڑھاؤ آئے مگر اسے وہ کٹھنائیاں اور ان کٹھنائیوں کا سبب بننے والے لوگ زیادہ شدت سے یاد رہتے تھے بہ نسبت خوشگوار یادوں کے' اس نے اریبہ کو چاہنا شروع کیا تو اسے ادراک ہوا کہ اس کی فطرت میں تو تسلط پسندی بھی ہے' شدت پسندی بھی اور خود سے وابستہ ہر چیز کو صرف خود ہی تک محدود رکھنے کی عادت بھی۔ یہ اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ اس کی خواہش منہ سے نکلنے سے پہلے ہی اریبہ اس کی کردی گئی۔ مگر اس کی حساسیت میں پھر بھی کوئی کمی نہیں آئی اور جب اس کے جاب کرنے پر ان دونوں کے درمیان تلخی پیدا ہوئی تب بھی یہ یقین اس کی ڈھال بنا رہا کہ وہ اس کے مان' اس کے بھروسے کو روند کر نہیں جاسکتی۔ مگر اس کا یہ یقین بہت بری طرح ٹوٹا تھا۔ اپنی ذات سے آگے کسی اور کو نہ دیکھنے کی' صرف اپنا فیصلہ سنانے کی اس بار اس نے بہت بڑی قیمت چکائی تھی۔ اور یہ سب کیا بھی کس نے۔ جسے وہ اپنی زندگی' اپنی ذات کا اٹوٹ حصہ مان چکا تھا ابھی دل میں یہ آگ سلگ ہی رہی تھی کہ سالار کے فاریہ کو ریجیکٹ کرنے اور پھر تایا جی کے حریم کا رشتہ مانگنے نے جیسے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ اس کی چوٹ کھائی انا پر ایک اور کاری وار' یہ اس کے ضبط کی آخری حد تھی۔ ہتک اور توہین کے احساس نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب کر ڈالی تھی۔

ایسا کیوں تھا کہ ہر بار انہیں ہی جھکنا پڑتا تھا۔ تایا جی اپنے فیصلے' اپنے احکامات صرف اپنی اولاد تک محدود رکھتے تو ٹھیک بھی تھا۔ ان کے گھر' ان کی زندگیوں پر اثر انداز ہونے کا حق انہیں کس نے دیا؟ کیا ان کی کوئی عزت نفس نہیں تھی؟ کیا وہ اتنے گرے پڑے تھے کہ لوگوں کا جب جی چاہتا قبول کرلیتے جب جی چاہتا ریجیکٹ کردیتے۔ یہ اس کے اندر کا غم و غصہ ہی تھا جس نے اسے تایا جی کو آئینہ دکھانے پر اکسایا تھا۔ وہ تایا جی کو بتانا چاہتا تھا کہ ان کا ہر حکم حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتا۔ وہ انسان ہیں اور انسانوں کو سب کچھ سہنا پڑتا ہے۔ اریبہ سے محبت اپنی جگہ مگر اس کی ایک نادانی اور اس کے باپ اور بھائی سے وابستہ ان دیگر

محرکات نے اسے جو فیصلہ کرنے پر مجبور کیا تھا اب اس سے پیچھے ہٹنا خود اس کے لیے بھی ناممکن ہوگیا تھا۔

☼ ☼ ☼

حریم کو شدید قسم کا غصہ تھا۔ وہ اتنی ناراض تھی کہ فرہاد سے بات بھی نہیں کرنا چاہ رہی تھی مگر جس وقت فرہاد کی روانگی تھی وہ خود اس کے کمرے تک چلا آیا تھا رخصت لینے۔

"میری بہن مجھ سے ناراض ہے۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے جس انداز میں کہا حریم کی پلکیں بھیگتی چلی گئیں۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے؟" تلخی سے پوچھتے ہوئے حریم نے اس کی سمت دیکھا۔

"فکر مت کرو حریم میں تمہیں رخصت کرنے ضرور آؤں گا۔" بدقت مسکراتے ہوئے وہ اس کے سامنے آبیٹھا۔ "اور اگر نہ آپایا تو۔۔۔ جواد تو ہے ہی۔"

"آپ نہیں آئیں گے میں جانتی ہوں۔" آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک آئے۔

"اس لیے کم از کم مجھے تو یہ جھوٹے بہلاوے مت ہی دیجیے۔" اس نے کبھی فرہاد سے ایسی بات نہیں کی تھی مگر اب دل جتنا افسردہ تھا اسے اپنی کہی ہر بات' اپنا سخت انداز حق بجانب لگ رہا تھا۔ "محض دو ہفتے بعد آپ اس طرح سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جارہے ہیں۔ میرا نہ سہی ابو کے بارے میں ہی سوچ لیتے انہیں اکیلا کررہے ہیں آپ۔"

"ابو اکیلے نہیں ہیں حریم' ان کا بھائی ہے ان کے ساتھ' بھتیجے ہیں۔ میری تو شاید کبھی انہیں ضرورت ہی نہیں تھی۔" اس کا لہجہ دھیما پڑا تھا۔

حریم نے تاسف سے اس کے چہرے پر چھائی سختی دیکھی۔ "تو اس سب میں میرا کیا قصور ہے۔ آپ میری شادی چھوڑ کر نہیں جارہے بھائی' آپ مجھ سے تعلق توڑ کر جارہے ہیں۔ آپ نے ٹھان لی ہے آپ سوچ چکے ہیں آپ کی صرف ایک ہی بہن ہے۔"

"ایسا نہیں ہے۔" وہ تیزی سے بول اٹھا۔

"تو پھر کیا ہے؟" وہ رونے لگی۔ "میں نہیں جانتی آپ دونوں کے بیچ کیا مسئلہ ہے مگر آپ جانتے ہیں نا یہ شادی مجھ سے پوچھ کر' میرے چاہنے پر نہیں ہورہی پھر آپ مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہیں۔ جو شخص آپ کے لیے اتنا ناپسندیدہ ہے تو آپ آئندہ بھی اس سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے اور جب اس سے نہیں رکھیں گے تو مجھ سے کیسے رکھ سکتے ہیں۔ میں بھی تو اس کی زندگی کا حصہ بننے جارہی ہوں نا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ میرے اور سالار کے بیچ میں کوئی مسئلہ نہیں ہے میرا ٹرانسفر کمپنی کی جانب سے ہوا ہے اور میرا جانا ضروری ہے حریم۔ تم میری سب سے پیاری بہن ہو میں تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔" فرہاد کے لیے اسے بہلانا مشکل ہونے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلا کر آنسو صاف کیے۔ "آپ میری شادی میں شریک مت ہوں مگر اپنا دوسرا فیصلہ واپس لے لیجیے۔"

"کون سا فیصلہ؟" وہ ایک دم سے چونک گیا۔

"آپ جانتے ہیں۔"

"میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا حریم۔" اس کی ان کہی بات کو سمجھتے ہی فرہاد کا انداز یکایک ہی بدل گیا اور وہ اس کے دو ٹوک لہجے پر اسے دیکھتی رہ گئی۔

"مجھے دیر ہورہی ہے اپنا خیال رکھنا۔ میں تمہیں فون کرتا رہوں گا بلکہ کوشش کروں گا شادی میں آپاؤں۔" اس نے مزید اسے کچھ کہنے کی مہلت دیے بغیر ہی اٹھتے ہوئے الوداعی کلمات کہے تھے۔ حریم بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

"اریبہ سچ کہتی ہے آپ کو کبھی اس کی محبت کی قدر نہیں ہوسکتی۔"

فرہاد نے اسے ساتھ لگا کر اس کے سر پر بوسہ دیا اور وہ ایک بار پھر خود پر اختیار کھو بیٹھی تھی۔

وہ دونوں ایک ساتھ باہر آئے تھے۔ امی' جواد اور عدیل سمیت تائی بھی وہاں موجود تھیں۔ وہ مرکزی

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

دروازے کے قریب پہنچا تو سیڑھیاں اترتی اریبہ نے اس کے قدموں کو ساکت کردیا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ نہیں آئے گی مگر اب براؤن کلر کے لباس میں ستا ہوا چہرہ لیے شاید اس پر ترس کھا کر چلی آئی تھی۔

"شادی میں تو آؤ گے نا فرہاد۔" سب سے ملتے ہوئے تائی جی کے اس سوال پر وہ قدرے ٹھٹکا۔

"شاید۔" زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے اس کے لب ذرا سے ہلے تھے۔

"آپ لوگوں کو باہر تک آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہیں سے خدا حافظ کہہ دیں۔" مسکرا کر انہیں منع کرتے ہوئے وہ جواد کی ہمراہی میں باہر نکل آیا۔ پورچ میں کھڑی گاڑی کے پاس آکر جب وہ فرنٹ ڈور کھول رہا تھا۔ اریبہ کی آواز نے اسے پلٹنے پر مجبور کردیا۔

"خدا حافظ۔" سامنے ہی کھڑی وہ اس کی تاکید پر عمل نہیں کرپائی تھی۔ خاموش نظروں سے اسے تکتے ہوئے وہ نجانے کتنی ہی دیر زادِ راہ سمجھ کر اس کا سراپا دل میں سموئے نگاہوں میں قید کرنے کی سعی کرتا رہا۔

"بھائی۔" جواد کی آواز پر بھی وہ نہیں چونکا۔ جب تک کہ وہ واپس مڑ نہیں گئی۔ اس کی نظروں نے اوجھل ہونے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

دن بہت تیزی سے گزرے تھے۔ شادی کے ہنگامے شروع ہوگئے تھے مگر اس کے باوجود ایک محسوس کی جانے والی اداسی اور روکھا پن تھا گھر کی فضا میں، سالار تو ویسے ہی ان دنوں سب سے کترایا پھرتا تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اپنی زندگی کے اس اہم ترین موقع پر اس کی بے دلی و بے حسی کا یہ عالم ہوگا۔

وہ پرجوش اور جذباتی قسم کا انسان کبھی بھی نہیں رہا تھا مگر ایسا بھی نہیں تھا کہ جب اس کی زندگی نیا موڑ لینے جارہی تھی اسے کوئی امنگ، کسی قسم کی کوئی مسرت تک نہیں تھی۔ کہیں جو دل میں کسی جذبے نے سر ابھارنا شروع بھی کیا تھا اب اس نئی صورت حال کے پیش آتے ہی وہ بھی دھوئیں میں تحلیل ہوگیا اور دل نے بالکل ہی لاتعلقی کی چادر اوڑھ لی تھی۔

شادی سے ایک دن پہلے مہندی کے مشترکہ فنکشن میں محض تھوڑی دیر کو اپنی حاضری لگا کر اس نے پھر سے جیسے اس ہنگامے اور رونقوں سے پیچھا چھڑاتے ہوئے باہر کی راہ لی اور رات گئے جب وہ واپس آیا تو اپنے بیڈ روم سے ملحق لیونگ روم میں بابا کو ٹہلتے پایا۔ دل میں بیک وقت تاسف اور ناراضی کی ملی جلی لہر اٹھی۔ سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے وہ دروازے میں ہی ٹھہر کر انہیں دیکھنے لگا۔ ان کی پریشانی ان کی اڑی ہوئی نیندیں۔ وہ سمجھ سکتا تھا مگر کچھ کرنا اس کے بس میں یوں نہیں تھا کہ یہ پریشانی ان کی اپنی مول لی ہوئی تھی۔

"سالار!" بابا کی اس پر نظر پڑ گئی۔

"اندر آجاؤ۔" بھاری لہجے میں پکارتے ہوئے انہوں نے اسے بلایا۔

"کوئی مسئلہ ہے؟" سنگل صوفہ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ان کا متفکر چہرہ دیکھا جہاں اس کی بات پر افسردہ سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"میں تمہاری لاتعلقی کی وجہ سمجھ سکتا ہوں مگر ناراضی کے اظہار کا یہ طریقہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" وہ اس پر چوٹ کررہے تھے۔

اس نے بے اختیار ایک گہری سانس لے کر چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ "مجھے خوشی ہے کہ پہلی بار آپ نے مجھے سمجھنے کی کوشش کی مگر میرے خیال میں اس وقت مسئلہ میری ناراضی کا نہیں ہے۔" وہ بھی جتائے بغیر نہ رہ سکا۔

"اریبہ کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔" ان کی آواز پست ہوئی۔

"جانتا ہوں۔" سالار کا چہرہ سپاٹ ہوچلا۔

"فرہاد نے یہ حرکت کرکے نہ صرف میرے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے بلکہ میرا یقین میرا اعتبار جس طرح توڑا ہے وہ اب تاعمر بحال نہیں ہوسکتا۔"

"میرے نزدیک یہ اس کا ردعمل تھا جس کے لیے وہ خود کو حق بجانب سمجھتا ہے۔" ان کے لہجے کی رنجیدگی و افسردگی نے اسے سچ کہنے پر اکسایا۔

انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیسا ردعمل؟ کیا ہوگیا تھا ایسا کون سا ظلم ہوگیا تھا اس کے ساتھ؟" ان کے انداز سے برہمی چھلکی تھی۔

"آپ جانتے ہیں۔ حریم کے رشتے میں اس کی مرضی شامل نہیں تھی بلکہ اس کا سب سے بڑا اعتراض ہی یہی تھا۔ اپنی بہن کے حوالے سے وہ مجھ سے رشتہ بنانے کے حق میں بالکل نہیں تھا۔ وٹہ سٹہ تو محض ایک بہانہ ہے۔ اس کا مقصد ہمیں نیچا دکھانا تھا جو وہ دکھا چکا۔ اب لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کو آگے کا سوچنا چاہیے۔"

"میں اریبہ کو ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا۔" ان کا یہ قلق کبھی ختم ہونے والا نہیں تھا۔ وہ اٹھ کر ان کے قریب آگیا۔

"بابا زیادہ اسٹریس مت لیں پلیز۔ یہ آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔" ان کے جھکے ہوئے کندھوں کو تھام کر وہ دھیمے سے بولا۔

"اس طرح پریشان ہونے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ آپ کوئی اچھا سا رشتہ دیکھیے اور اریبہ کی شادی کردیجیے بلکہ اگر خالہ ابھی بھی خواہش مند ہیں تو تیمور میں بھی کوئی برائی نہیں ہے۔ آپ ان سے بات کرسکتے ہیں۔"

اس کی اس بات پر وہ حیران سے ہوکر اسے دیکھنے لگے۔

"اریبہ کی شادی اب جلد ہی ہوجانی چاہیے بابا۔ اس نے اس بات کا بہت اثر لیا ہوگا۔ اس کا خود پر یقین بحال کرنے کے لیے اس کا رشتہ کسی اچھی جگہ ہونا بہت ضروری ہے اور میرے خیال میں خالہ کا گھر اور ان کی فیملی اریبہ کے لیے بہترین ہے۔" وہ جانتا تھا بابا کرتے وہی تھے جو ان کا دل چاہتا تھا مگر پھر بھی اس وقت سالار اپنی رائے دینے سے باز نہ رہ سکا۔ اٹھتے ہوئے اس نے ایک نظر ان پر ڈالی۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہوگئے تھے۔ شاید سالار کی رائے ان کے لیے اتنی بھی ناقابل غور نہیں تھی۔ وہ انہیں یونہی سوچ میں ڈوبا چھوڑ کر باہر نکل آیا تھا۔

شادی کا دن بھی آپہنچا تھا اور حریم ڈھیروں اندیشے، وسوسے اور خوف آنچل میں سمیٹے ایک نہ مٹنے والی خلش کے ساتھ سالار کی زندگی میں چلی آئی تھی۔ رخصتی کا یہ عمل جتنا مختصر تھا اتنا ہی مشکل بھی تھا وہ آخری وقت تک فرہاد کا انتظار کرتی رہی تھی مگر اس نے ایک بار پھر ثابت کردیا کہ اس کے لیے اس کی انا، اس کی ضد سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ حریم کو زندگی میں پہلی بار اس سے اتنا شدید قسم کا گلہ ہوا تھا کہ وہ آئندہ کے لیے اس سے کوئی بھی رابطہ کوئی بھی تعلق نہ رکھنے کا تہیہ کرگئی تھی۔ اور اس وقت جب اریبہ نے اسے اس کے روم تک پہنچایا تو اس کے کمرے کے درودیوار پر نظر پڑتے ہی اس کا دبا ہوا خوف پھر سے عود کر آیا تھا۔

"اریبہ!" وہ ذرا سی جھکی اس کا دوپٹہ ٹھیک کررہی تھی کہ اس نے دھیرے سے پکارا۔

"بولو!" اس نے سیدھے ہوکر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بہت مس فٹ لگ رہی ہوں نا میں اس کمرے میں۔" مکمل سولہ سنگھار کیے اس کے حسین چہرے پر اضطراب و تفکر نمایاں تھا۔

"حریم! کیا سوچ رہی ہو تم؟" نرمی سے کہتے ہوئے وہ بیڈ کے کنارے ٹکی وہ ان لمحات میں اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی۔ "تم یہاں ہو کیونکہ یہاں تم کو ہی ہونا چاہیے تھا۔ نکالو ساری فضول باتوں کو ذہن سے۔"

"نہیں نکال پارہی، کیا کروں؟" اس کا دھیما لہجہ لرزا۔

"تھوڑا سا انتظار کرلو۔ سالار بھائی آئیں گے نا تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔" ہلکے سے مسکراتے ہوئے اس نے بات کو شرارت کا رنگ دیا۔ "ٹھیک ہے اب میں چلتی ہوں۔ اچھا اچھا سوچو اور خبردار جو اپنے ذہن کو بھٹکایا تو۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ حریم خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

میرون کلر کے خوبصورت لباس میں بالوں کی چوٹی

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

باندھے ' ہلکی پھلکی جیولری پہنے وہ اتنی دلکش لگ رہی تھی کہ حریم کے دل کو عجیب سے ملال نے آگھیرا۔

"کتنی خوبصورت لگ رہی ہو آج۔ کاش کہ بھائی تمہیں دیکھ پاتے۔" تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

اس کے جاتے ہی اس نے قدرے ایزی ہوتے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی تو عدیل کی بات یاد آگئی جس نے منہ بناتے ہوئے اطلاع دی تھی کہ سالار نے اپنے کمرے میں کسی بھی قسم کی ڈیکوریشن اور چینجز کرنے سے صاف منع کردیا ہے انتہائی سادہ اور کسی بھی قسم کی سجاوٹ سے عاری۔ حجلہ عروسی کے نام پر پھولوں کا ایک گلدستہ تک نہیں تھا یہاں۔

"میں اس طرح سج سنور کر اس کا انتظار کرنے کی بے وقوفی کیوں کر رہی ہوں جب اسے اپنے کمرے میں ہونے والی معمولی سی تبدیلیاں بھی قابل قبول نہیں تو ان تبدیلیوں کا سبب بننے والی ذات کیسے قبول ہوگی۔" اس نے حقیقت پسندی سے سوچا تو اپنے انتظار کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔ اگلے ہی پل وہ بیڈ سے اتر آئی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکر اس نے کچھ دیر اپنے عکس کو دیکھا اور پھر ایک ایک کرکے سارے زیور اتارنے لگی۔

اسے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی مگر جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہاں چھائی نیم تاریکی کو دیکھ کر اسے ایک جھٹکا ضرور لگا۔ کچھ دیر تو دروازے کے پاس ہی کھڑا وہ اپنی کوفت دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس نے یہ تو ضرور سوچا تھا کہ اس نے کہنا کیا ہے مگر یہ بالکل نہیں سوچا تھا کہ ایسی سچویشن میں اسے کرنا کیا ہے۔ جہازی سائز بیڈ پر دائیں جانب بڑے سے کمبل کے پیچھے اس کا نازک سا وجود غیر واضح مگر اپنے ہونے کا پتا دے رہا تھا۔ ان لمحوں میں اسے حقیقتاً" اپنی توہین محسوس ہوئی۔

"ایک طرف بھائی اکڑ دکھاتا ہے تو دوسری طرف بہن۔ کیا ان کے نخرے اٹھانے کے لیے ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔" سلگ کر سوچتے ہوئے وہ بیڈ کے قریب آیا۔ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے مگر سچ تو یہ تھا کہ اسے کوئی پروا بھی نہیں تھی۔ ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے اس پر سے کمبل کھینچا تھا۔ کمبل کے ہٹتے ہی وہ جس طرح تڑپ کر اٹھ بیٹھی تھی۔ اس سے پتا چل گیا تھا کہ وہ سو نہیں رہی تھی۔

بکھری ریشمی زلفوں کے ساتھ گلاب چہرے پر گھبراہٹ اور کاجل پھیلی آنکھوں میں سراسیمگی لیے وہ سالار کو بت بنا گئی۔

سر جھکائے اس نے جلدی سے بیڈ سے اترنا چاہا تھا مگر سالار کی بے اختیاری نے اس کی یہ کوشش ناکام بنادی' اس کے رخسار کو چھوتے ہوئے سالار نے جس طرح اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اسے حیران ہونے کی بھی مہلت نہیں ملی تھی۔

صبح سالار نے کافی جلدی کمرہ چھوڑ دیا تھا اور اس وقت وہ اپنے لانبے گھنے بالوں میں برش کرتے ہوئے بالکل بے دھیانی کے سے عالم میں تھی جب اریبہ نے دروازہ ہلکے سے بجا کر اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"میں اندر آجاؤں"

"اتنی فارمل کب سے بن گئی ہو۔" اسے دیکھتے ہی اس نے بالوں میں الجھے برش کو جھنجلا کر دور پھینکا۔

"ظاہر ہے اب یہ بھائی کا کمرہ رہا ہے نہ سہیلی کا۔ احتیاط تو کرنی پڑے گی۔" وہ مسکراتے ہوئے اندر آئی۔

"ویسے کیا ہوا؟ موڈ کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے؟" بغور اس کا چہرہ جانچتے ہوئے اس نے دھیرے سے پوچھا۔

حریم کے چہرے سے اس کی بددلی واضح تھی۔

"پتا نہیں۔" وہ نظریں چراتی اٹھ گئی۔

"سب ٹھیک رہا نا؟" اریبہ کا انداز سوالیہ تھا اور الفاظ مبہم۔

حریم نے چونک کر ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔

"ہاں ٹھیک تھا۔" اندر کہیں بہت گہرا احساس زیاں جاگا تھا وہ اب صرف دوست نہیں رہی تھی جس سے

WWW.READERS.PK

جو جی میں آتا بول دیتی۔ اب تو اس سے دل کا حال کہتے ہوئے بھی حریم کو سو سو بار سوچنا تھا۔

"میں تمہیں ناشتے کے لیے بلانے آئی تھی۔ آرہی ہو یا یہیں پر کرنا ہے؟"

"نہیں یہاں تو نہیں کرنا۔" اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ آئی۔

"ٹھیک ہے پھر' ویسے کتنا بڑا فائدہ ہے نا۔ میکا اور سسرال ایک ہونے کا۔ تمہیں تو محسوس بھی نہیں ہوگا کہ تم شادی شدہ ہوگئی ہو۔" ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے اریبہ نے اسے برش پکڑایا۔

"چلو پہلے تیار ہوجاؤ۔ اس کے بعد کمرے سے نکلنے کی سوچنا۔"

"ضرورت کیا ہے تیار ہونے کی۔" وہ بے زار ہوئی۔

"ضرورت ہے شادی کا دوسرا دن ہے۔ ہمارے لیے نہیں تو گھر میں موجود مہمانوں کے لیے ہی تھوڑی لیپا پوتی کرلو کیا سوچیں گے سب۔" اریبہ نے ڈپٹا تھا وہ چپ ہو رہی۔

رات تک وہ سب کے ساتھ ہی رہی تھی۔ کزنز کے درمیان... ہنسی مذاق... باتوں باتوں میں رات گہری ہونے کا پتا بھی نہیں چلا تھا اور تب اس نے اس بڑے سے بیڈ روم کے بجائے اپنے چھوٹے سے کمرے میں ہی آجانا بہتر سمجھا۔

"تم یہیں سوؤگی؟" تھوڑی دیر بعد ہی اریبہ آکر حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"کیوں... کوئی مسئلہ ہے؟" تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"یہ تو مجھے تم سے پوچھنا چاہیے۔ لگتا ہے تم سچ مچ بھول گئی ہو کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"بہت دیر ہوگئی تو میں نے سوچا یہیں سوجاتی ہوں۔ کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ وضاحت دینے پر مجبور ہوئی۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" اریبہ سمجھ گئی۔

ان کے درمیان ایک نامحسوس حد حائل ہوچکی ہے جسے وہ چاہے تو بھی نہیں پھلانگ سکتی۔

"اف۔" اس کے جاتے ہی چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بیڈ پر گر سی گئی۔

حریم اسے بالکل نہیں بتا سکتی تھی جو وہ اس وقت محسوس کر رہی تھی۔

"میں نہیں جانتا اور نہ مجھے کوئی پروا ہے کہ تم کیا سوچتی ہو مگر میں تم پر اپنا پوائنٹ آف ویو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ خواہش اور رضامندی دو مختلف چیزیں ہیں۔ یہ شادی میری رضامندی سے ضرور ہوئی ہے اسی لیے میں اس رشتے کے حوالے سے تمہارے حقوق اور اپنے فرائض پورے کرنے کا خود کو پابند پاتا ہوں مگر اس میں کبھی بھی میری خواہش شامل نہیں رہی اسی لیے افسوس کے ساتھ' شاید میں تمہاری توقعات پر پورا نہ اتر سکوں۔ میری ذمہ داری اور میرے جذبات کبھی یکجا نہیں ہوسکیں گے اور یہ بات تم جتنی جلدی سمجھ جاؤ اتنا ہی تمہارے لیے اچھا ہے۔"

وہ جس لمحاتی کمزوری سے مغلوب ہوا تھا اسے فرض اور حق کا نام دے کر بڑی آسانی سے دامن بچا گیا تھا۔ حریم جانتی تھی صورت حال مختلف ہوتی تو اس کے الفاظ بھی مختلف ہوتے اس نے کوئی توقعات وابستہ نہیں کی تھیں اسی لیے اسے کوئی جھٹکا بھی نہیں لگا تھا۔ بس ایک ان چاہا ہونے کا احساس تھا جو ہر احساس پر حاوی ہوگیا تھا اور اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

تصویر کا ایک کونا پکڑے اس کی نظریں دیوانہ وار اس کے چہرے کے ایک ایک نقش پر بھٹک رہی تھیں۔ وہ پاس ہوتی تھی تو اس پر اٹھتی ایک نظر کے لیے بھی اسے خود کو کتنی تاویلیں دینی پڑتی تھیں۔ اپنی مردانہ اکڑ اپنی ضد' انا کو بہلانے کے لیے کیا کیا جواز تراشنے پڑتے تھے۔

اپنے بیگ سے کپڑے نکال کر وارڈروب میں سیٹ

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

کرتے ہوئے یہ تصویر نکل کر نیچے جاگری تھی۔ وہ شدید حیرت کا شکار ہوا تھا۔ تصویر خود سے تو چل کر بیگ میں آنہیں سکتی تھی یقیناً" اسے کسی نے رکھا تھا اور جب فرہاد نے اس بارے میں سوچا تو سب سے پہلا نام ذہن میں حریم کا ہی آیا۔ وہ ایسا کر سکتی تھی اور ایسا کرنے کے پیچھے اس کا جو مقصد تھا۔ فرہاد اس کو بھی باآسانی پا گیا تھا۔ وہ کشمکش میں گھر جائے۔ اذیت سہے۔ ہر لمحہ ہر پل اس کے بارے میں سوچے اور آخر کار کمزور پڑ جائے اگر ایسا تھا تو حریم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی۔

رسٹ کلر کے لباس میں کھلے بالوں کے ساتھ ستون سے ٹیک لگائے وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ یہ تصویر فاریہ کی شادی پر کھینچی گئی تھی شاید۔ فرہاد سمجھ گیا تھا اس کے سنجیدہ' اداس چہرے کا سبب۔ وہ ان دنوں اسے مکمل طور پر نظرانداز کیے ہوئے تھا۔

ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے وہ تصویر ٹیبل پر رکھ کر کھڑکی میں آکھڑا ہوا۔ وقتاً" فوقتاً" آنکلنے والے جھونکوں میں ڈھلتی رات میں خنکی اتر آئی تھی۔ اس کے سینے میں بھرا حبس کچھ کم ہونے لگا۔

"کیا میں کبھی تمہارے روبرو آکر یہ اعتراف کرپاؤں گا کہ میری دنیا میں تمہارے سوا کچھ بھی نہیں۔۔۔ میری زندگی تمہارے بنا کچھ بھی نہیں۔۔۔ تمہارے بغیر میرا مرنا آسان ہے اور جینا مشکل۔۔۔ تمہیں کھو کر میرے پاس کچھ نہیں بچا۔" کسی غیر مرئی نکتے پر نظریں جمائے ذہن میں موجود ہر خیال اسی کا تھا۔ یہی اس کی زندگی کی حقیقت تھی جو وہ خود کو سمجھا رہا تھا۔ اس میں وہ ہمیشہ کامیاب رہتا تھا' مگر آج۔۔۔ جانے کیوں اس کی ہر تدبیر الٹی پڑ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

ہیر برش کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کی توجہ اچانک ہی اپنے عکس کے پس منظر نے کھینچی اور ایسا بے سبب نہیں ہوا تھا۔ بیڈ کی سائیڈ پر کھڑی حریم اپنے دائیں کان میں بندہ ڈالنے کی کوشش میں تھی اور اس کی کراہیں بتا رہی تھیں کہ وہ خاصی تکلیف کا شکار ہے۔

"اگر نہیں پہنا جا رہا تو چھوڑ دو۔" وہ چند لمحے دیکھتے رہنے کے بعد بولا تو حریم ایک دم سے چونک گئی۔ ایک نظر ہاتھ میں پکڑے بندے پر ڈال کر اس نے دوسرے ہاتھ کو دیکھا۔ کان کی لو سے رستے خون نے پوریں سرخ کر دی تھیں۔ وہ بنا کچھ کہے دوسرے کان سے بھی بندہ اتار کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی۔ اور ذرا جھک کر بندے ٹیبل پر پھینکے۔ فاصلہ ہونے کے باوجود اس کی کھلی گھنیری زلفوں سے اٹھتی خوشبو نے سالار کی نظریں اور دھیان پھر سے بھٹکا دیا۔ دوبارہ اسے دیکھنے کی خواہش پر قابو پاتے ہوئے وہ بال برش کرنے لگا۔ اسی وقت اس کا موبائل بھی بج اٹھا۔

سیل اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی اس کے لب بھنچ گئے۔ اگلے ہی پل اس نے سیل اٹھا کر بیڈ کے کنارے ٹکی حریم کے قریب پھینکا۔ وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمہارے بھائی کا فون ہے۔" روکھے لہجے میں بتاتے ہوئے اس نے پرفیوم کی بوتل اٹھائی۔

"آپ بات نہیں کریں گے؟" وہ مزید حیرت کا شکار ہوئی اگر فرہاد نے سالار کے سیل پر کال کی تھی تو مطلب وہ سالار سے ہی بات کرنا چاہتا تھا۔

"نہیں۔" اس کے انداز میں جتنی قطعیت تھی۔ حریم کچھ کہہ ہی نہیں پائی۔

"ہیلو بھائی!" اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔ سالار نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔ آپ کیسے ہیں؟" وہ بے چین سی نظر آنے لگی تھی۔ "ہاں۔۔۔ وہ بھی ٹھیک ہیں' مگر گھر پر نہیں ہیں۔ جاتے ہوئے موبائل یہیں بھول گئے۔"

فرہاد کا سوال اس نے نہیں سنا تھا' مگر حریم کے جواب نے اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیر دی۔

"بولتی رہو جھوٹ۔۔۔ اب تمہیں ہمیشہ یہیں کرنا ہے۔" سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے وہ اس کے سامنے والی کرسی پر آبیٹھا۔ اسے باہر جانا تھا۔ مگر اس وقت اپنے موبائل کے مصروف ہونے کے باعث انتظار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"آپ شادی میں نہیں آئے نا!" وہ نروس ہونے لگی۔ سامنے ایزی چیئر پر براجمان۔۔۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے سالار کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ وہ بھی اس کی اضطرابی کیفیت باآسانی بھانپ گیا تھا۔ کچھ دیر کے انتظار کے بعد اس نے اپنی رسٹ واچ دیکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"خدا حافظ کہہ دو۔" اس کے قریب آکر اس نے دھیمے سے کہا۔ وہ اس کے تھوڑی دیر پہلے کہے گئے جھوٹ کا بھرم رکھنا چاہ رہا تھا۔

حریم مشکل میں پڑ گئی۔ اس کے لیے اچانک سے خدا حافظ کہنا مشکل تھا۔

"جلدی کہو ورنہ مجھے اپنی آواز اونچی کرنی پڑے گی۔" اسے تذبذب میں دیکھ کر خبردار کرنے سے بھی زیادہ اس کے انداز نے حریم کو سن کیا تھا جب وہ کہتے ہوئے ذرا سا جھک کر اس کے شانوں پر بکھرے' بالوں کے ریشمی ڈھیر کو ہتھیلیوں میں سمو کے پیچھے کر گیا تھا۔

"بھائی! آپ میرے سیل پر کال کر لیں گے پلیز۔۔۔ اس پر دوسری کال آرہی ہے شاید۔" وہ ازحد گھبرا گئی تھی اور پھر جیسے ہی اس نے کال ڈسکنکٹ کی موبائل اس کی جانب بڑھا دیا۔

"تھینک یو۔" ہلکے سے مسکراتے ہوئے اس نے دلچسپی سے اس کے چہرے پر جھلملاتے شبنم کے قطرے دیکھے۔

"آپ نے ان سے بات کیوں نہیں کی؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ چونکا۔

"یہ سوال کچھ غلط ہو گیا۔۔۔ تمہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں نے تمہیں اس سے بات کیوں کرنے دی۔۔۔" چند لمحوں پہلے کی نرمی کی جگہ آنکھوں میں اب پتھریلے تاثر نے لے لی تھی۔ "بٹ ڈونٹ وری۔۔۔ اب ایسا بالکل نہیں ہو گا۔" اس نے حریم کے تاثرات دیکھنے کی زحمت نہیں کی بس اپنی کہہ کر باہر نکل گیا اور حریم کا دل دھک سے رہ گیا تو اب یہ بھی ہونا تھا۔

☼ ☼ ☼

"بھائی کی کال آئی تھی۔" حریم کی اس اطلاع پر اریبہ کے ہاتھ ساکت ہوئے۔

"اچھا۔" اس کا لہجہ دلچسپی سے عاری تھا' مگر حریم اس کے اس ظاہری انداز سے کیسے دھوکا کھا سکتی تھی۔

"سالار کے سیل پر آئی تھی مگر انہوں نے بات نہیں کی اور سیل مجھے پکڑا دیا۔" سینے پر ہاتھ باندھے اس نے واش روم کی بیرونی دیوار سے ٹیک لگائی۔

"بات کیوں نہیں کی؟" وہ تولیے سے چہرہ پونچھتے ہوئے باہر نکل آئی۔

"تمہیں پروا ہے؟" حریم نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"بات میرے پروا کرنے یا نہ کرنے کی نہیں ہے' اگر وہ اپنے سالے سے بات نہیں کریں گے تو یقینی طور پر تمہیں برا لگے گا۔" اس نے رسانیت سے کہا تھا۔

"بات کیا ہوئی ہے؟" دھیرے سے پوچھتے ہوئے اریبہ بیڈ پر بیٹھی۔

"سالار بھائی نے تمہیں تو بات کرنے سے منع نہیں کیا نا؟"

"وہ مجھے منع کر بھی نہیں سکتے۔۔۔ میں ان کے درمیان کی اس دشمنی کا ایندھن نہیں بنوں گی۔" تندوتیز لہجہ لیے وہ اریبہ کو حیران کر گئی۔

"دشمنی!" دہراتے ہوئے اس کی بلند آواز میں تعجب نمایاں تھا۔

"ہاں دشمنی۔۔۔ اسے دشمنی ہی کہا جائے گا۔ تم کیا سمجھ رہی ہو۔ فرہاد بھائی بھی یہ رشتہ سالار کی وجہ سے ہی توڑ کر گئے ہیں اور اس کی جو وجہ انہوں نے نہیں بتائی ہے وہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔" وہ خود کو یہ کہنے سے نہیں روک پائی تھی۔ اریبہ کے چہرے پر دھواں سا بکھر گیا۔

"اگر انہیں میری' میری خوشیوں کی ذرہ برابر بھی پروا ہوتی تو وہ تم سے شادی ضرور کرتے کیونکہ ایسے

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

میں تم ہی وہ واحد ذریعہ تھیں جو انہیں میری خوشیوں کی ضمانت دے سکتا تھا مگر نہیں۔۔۔ انہیں تو سالار سے صرف اپنی دشمنی نکالنی تھی سو نکال لی۔۔۔ اب سالار کی باری ہے۔ مجھے کوئی تعجب نہیں ہو گا اگر وہ مجھے اسی طرح چھوڑ دیں جس طرح بھائی تمہیں چھوڑ گئے ہیں۔" بڑی دل گرفتگی سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں ریت سی چبھنے لگی تھی۔

"حریم۔۔۔ انہیں تمہیں چھوڑنا ہوتا تو کبھی اپناتے ہی نہیں۔" ساکت بیٹھی اریبہ کے لبوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ "ان دونوں کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔"

"تم کہہ سکتی ہو کہتی رہو مگر مجھے کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔" تلخ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس پر ایک طنزیہ نگاہ ڈال کر نکل آئی تھی۔

"کاش کہ میں تمہاری یہ خوش فہمی دور کر سکتی اریبہ۔" اس لمحے اسے بے پناہ بے بسی کا احساس ہوا تھا۔ اس اتوار کو خالہ جان باقاعدہ طور سے اریبہ کا ہاتھ مانگنے آئی تھیں جو خواہش دل میں ہی دبالی تھی اب اس کے پورا ہونے کے آثار نظر آئے تو بنا دیر کیے چلی آئیں۔۔۔ تایا جی کے دل سے جیسے کوئی بھاری بوجھ اترا تھا وہ شاید رسمی طور پر بھی سوچنے کا وقت نہ لیتے اگر سالار انہیں اشارہ نہ کرتا۔ اپنے فیصلوں پر سے ان کا اعتبار اٹھ چکا تھا۔

اور یہ سب دیکھ کر حریم کے دل میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔ اسے اریبہ کا فیصلہ معلوم تھا مگر یہ لوگ۔۔۔ وہ سمجھ چکی تھی اب شاید ہی اس رشتے پر کوئی پس و پیش ہو۔ اس وقت وہ یہی سب سوچتے ہوئے شدید بے چینی کے عالم میں کھڑی کھڑکی کے پار کی تاریکی دیکھ رہی تھی جب سالار کمرے میں داخل ہوا اس نے گردن موڑ کر صرف ایک نظر اسے دیکھا پھر دوبارہ سے نظریں باہر جما دیں۔

"کیا ہوا؟" اسے نظر انداز ہونے کی عادت نہیں تھی اسی لیے بے اختیار پاس چلا آیا۔

"آپ لوگ ماننے والے ہیں نا؟" حریم وقت ضائع کیے بغیر پوائنٹ پر آئی تھی۔ سالار کے چہرے پر حیرت آمیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"یقیناً"۔۔۔ تمہیں کیا پریشانی ہے؟" وہ طنزیہ لہجے میں پوچھنے لگا۔

"میں اریبہ کے لیے پریشان ہوں" اس کا لہجہ دھیما ہوا۔

"اریبہ کے لیے پریشان ہونے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔۔۔ اگر تم کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو تو نکل آؤ۔" وہ سرد لہجے میں بول اٹھا تھا۔

حریم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "آپ کیا سمجھ رہے ہیں وہ آپ کے اس فیصلے کو مان لے گی۔"

"اور تم کس خوش فہمی کا شکار ہو نہیں مانے گی۔ ان معاملات سے دور رہو حریم یہ تمہارا درد سر نہیں ہے۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر جتایا۔

"ٹھیک ہے میں کچھ نہیں کہتی مگر کیا آپ اریبہ سے پوچھے بغیر ہی اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر لیں گے؟" حریم کو اس کے انداز ہولا گئے۔

"نہیں۔۔۔ مگر میں جانتا ہوں اس کے پاس انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو گی۔ وہ ایک کم ظرف انسان کے لیے اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگائے گی اگر وہ میری بہن ہے تو میرا سر نیچا نہیں ہونے دے گی۔" اس کا انداز بے پناہ سخت اور بے لچک تھا۔ حریم وہیں کاؤچ پر گر سی گئی وہ تھک گئی تھی یہ سب سنتے سنتے۔

"انا اور غیرت سے آگے بھی کئی چیزیں ہوتی ہیں سالار اور جذبات ان میں سب سے بڑھ کر ہیں۔"

"جب میرے جذبات کچلے جا رہے تھے تب کسی کو ان باتوں کا خیال نہیں آیا تھا۔" سالار کی یہ بات اسے کسی تیر کی طرح لگی تھی۔ اس نے تڑپ کر سر اٹھایا۔

"کسی نے گن پوائنٹ پر مجبور نہیں کیا تھا مجھ سے شادی کے لیے۔ اسی وقت اسٹینڈ لے لیتے تو میری زندگی بھی بچ جاتی اور اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔۔۔ میرا بھائی راہ کھلی چھوڑ کر گیا ہے آپ کے لیے۔۔۔ مجھے آزاد کیجیے اور جان چھوڑیے میری۔" بے بسی اور غصے سے

اسے رونا آگیا تھا ہتک کا ایک مستقل احساس تھا جو اسے گھلا گھلا کر ختم کر رہا تھا۔

"جان چھڑانے کا اگر کوئی طریقہ ہوتا تو بہت پہلے اس پر عمل کر چکا ہوتا ویسے بھی میں نے تمہاری نہیں جان تم نے میری جکڑ رکھی ہے۔" اس پر جھک کر اس کا چہرہ اٹھاتے ہوئے سالار نے کافی معنی خیزی سے کہا تھا۔

اور وہ اپنے چہرے پر بکھرتی اس کی سانسوں کی حدت محسوس کرتے اس کے اتنے قریب ہونے پر گھبرا کر اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے چھوڑ رہی ہوں آپ کی جان۔ اب مزید آپ کی ڈسٹربنس کا باعث نہیں بنوں گی آرام سے رہیے۔" اس سے پہلے کہ سالار کچھ کہتا۔ تلخی سے کہتے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھی اور جب وہ کمرے سے نکل گئی تب سالار کو اس کی بات سمجھ میں آئی۔ مگر اب کسی ری ایکشن کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ حریم نے اتنی تلخی سے اور اتنا کھل کر بات کی تھی۔ نہ صرف بات کی تھی بلکہ رات کے اس پہر کمرہ بھی چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ یہ دوسری رات تھی جو وہ اپنے کمرے میں گزارنے والی تھی۔ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے سالار کمرے میں ٹہل کر اپنی حیرت اور کوفت دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"میں بہت مشکل میں ہوں بہت مشکل میں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا امی میں کیا کروں؟" دل میں پھیلا سارا درد حوصلے توڑتا زبان تک آپہنچا تھا اور وہ ان کی مہربان آغوش میں سر رکھ کر سسک اٹھی تھی۔

وہ ماں تھیں۔ بہت پہلے جان گئی تھیں اس کے دل کا حال۔ ان کا دل کٹا جا رہا تھا اسے اس طرح بکھرتے دیکھ کر۔

"اریبہ میری جان تم پر کوئی زبردستی نہیں ہو گی بیٹا۔ تمہیں کوئی مجبور نہیں کر سکتا تم جو چاہو گی وہی ہو گا۔" لرزتے لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے بے اختیار اس کی پیشانی پر لب رکھے۔

"میں جو چاہتی ہوں وہ نہیں ہو سکتا نا امی وہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ہی بتائیں۔" سر اٹھا کر انہیں دیکھتے ہوئے وہ بے بسی سے پوچھنے لگی تھی۔ انداز ایسا تھا جیسے کوئی بچہ کسی ناقابل حصول کھلونے کی خواہش کر بیٹھا ہو۔

وہ ساکت نظروں سے اس کی آنکھوں میں سرخی کے ساتھ بکھری اذیت دیکھتی رہیں۔

"میرے لیے تمہاری خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے اریبہ۔۔۔ میں تمہارے لیے ہر چیز بالائے طاق رکھ سکتی ہوں۔۔۔ میں خود جا کر فرہاد سے تمہاری خوشیاں مانگوں تو بھی مجھے کوئی عار نہیں ہو گا بس تم خوش رہو۔"

"امی۔" وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھی۔

"پلیز ایسا مت کہیے۔۔۔ میں مانتی ہوں۔ میں بہت کمزور ہوں اور اسی لیے۔۔۔ اسی لیے مجھے کبھی کبھی خود سے بھی نفرت ہونے لگتی ہے مگر پھر بھی۔۔۔ میں یہ نہیں چاہوں گی کہ میری محبت مجھے میرے اپنوں کی عزت نفس کی قیمت پر ملے۔ میری زندگی صرف آپ لوگوں سے وابستہ ہے۔"

"اور یہی تو میں چاہتی نہیں ہوں کہ ہماری وجہ سے تم اپنی زندگی کسی سمجھوتے کی نذر کرو۔۔۔ بات کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے اریبہ۔۔۔ فرہاد وقتی غصے کا شکار ہے سمجھ جائے گا۔" اس کا چہرہ تھامتے ہوئے وہ بھاری ہوتے لہجے میں بولیں۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں امی۔۔۔ میں مشکل میں ہوں کیونکہ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا میں اس کی محبت اپنے دل سے نکالوں یا پھر اس طرح ٹھکرا کر جانے کی سبکی بھولوں۔ میرے لیے اب اس کے ساتھ رہنا بھی ایک سمجھوتا ہی ہو گا اس لیے آپ کو ایسی کوئی بھی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ سے یہ بھی نہیں کہتی کہ مجھے سنبھلنے کے لیے وقت درکار ہے کیونکہ میں جانتی ہوں یہ صرف مجھ پر منحصر ہے

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

وقت اور حالات پر نہیں میں نہ چاہوں تو یہ زندگی بھی کم ہے سنبھلنے کے لیے مجھے اب صرف اور صرف تھوڑی سی ہمت چاہیے اور کچھ نہیں۔" اس کی نم آواز بتدریج ہموار ہوتی جارہی تھی۔

"جلد بازی میں کوئی فیصلہ مت کرو اریبہ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔"

"نہیں میں نہیں کر رہی مگر یہ سب اسی طرح ہونا ہے میں جانتی ہوں اور جب یہ بات طے ہے تو میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے انکار کی اور اعتراض کی..... بابا جو بھی فیصلہ کرتے ہیں انہیں کرنے دیجیے۔ ان کے ہر فیصلے میں میری رضامندی شامل ہوگی۔" بے حد ضبط سے کہتے ہوئے وہ یہ کڑا مرحلہ بھی سر کر گئی تھی۔ انہوں نے اسے سینے سے لگالیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے کئی آنسو ٹوٹ کے ان کے دوپٹے میں جذب ہوئے تھے۔ اس کے نام کے یہ آخری آنسو تھے۔ اسے احساس ہوگیا دل برباد ہو یا زندگی جینے کی ہر راہ پھر بھی کھلی رہتی ہے۔

☼ ☼ ☼

کچھ دنوں سے آفس میں کام بہت بڑھ گیا تھا اور اپنی مصروفیات میں وہ گھر فون بھی نہیں کرپایا تھا اور نہ ہی گھر سے کوئی فون آیا تھا ابو تو خیر ناراض تھے ان سے ایسی توقع بھی عبث تھی۔ مگر امی تو دن میں دو تین بار فون کرتی تھیں۔ جواد سے بھی اکثر بات ہوتی رہتی تھی۔ اس لیے اب ان کی جانب سے اس قدر خاموشی پر وہ کچھ حیران سا تھا کہ اگر اسے فرصت نہیں ملی تو اپنوں نے بھی اس کی خیریت دریافت کرنے کی زحمت نہیں کی۔ اس لیے اس دن آفس میں ہی گھر کال ملالی تھی۔

"کہاں ہو یار..... کوئی خبر خبر ہی نہیں ہے تمہاری ..... گھر میں سب ٹھیک ہے نا۔" جواد کی آواز سنتے ہی وہ کسی قدر برہم سا لہجہ لیے گویا ہوا تھا۔

"تو آپ ہی فون کر لیتے۔ یہاں تھوڑی مصروفیت ہو گئی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا آپ اس لیے فون نہیں کر رہے۔ بات نہیں کرنا چاہتے ہوں گے اس لیے میں بھی ڈھیلا پڑ گیا۔" جواد کی بات نے اسے چونکا دیا تھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب، کیسی مصروفیت ہے؟"

"تو آپ کو نہیں پتا!" وہ حیران ہو گیا۔

"مجھے کیسے پتا ہو سکتا ہے جب میری اتنے دنوں سے کسی سے بات ہی نہیں ہوئی تو۔" اس کے انداز میں جھنجلاہٹ در آئی۔

"اوہ!" جواد نے ایک گہری سانس لے کر کچھ توقف کیا۔

"مجھے لگا تھا امی نے آپ کو بتا دیا ہوگا کہ یہاں اریبہ آپی کے رشتے کی بات چل رہی ہے بلکہ اس سیٹرڈے کو ان کی تیمور بھائی سے بات بھی پکی ہو گئی ہے۔"

یہ اطلاع دیتے ہوئے جواد کو بے اختیار اس کا چہرہ دیکھنے کی خواہش ہوئی جو یہ سن کر کسی بت کی مانند ساکت رہ گیا تھا۔

جواد اس کی خاموشی محسوس کر گیا۔ "آپ کو فرق نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ اگر تیمور بھائی نہ ہوتے تو کوئی اور ہوتا۔ آپ تو سب کچھ ختم کر کے جا چکے ہیں۔" وہ چاہ کر بھی اپنے لہجے کی تلخی چھپا نہیں پایا تھا۔ جسے ہمیشہ بھابھی کے روپ میں دیکھا تھا جسے بھابھی ہی پکارتا آیا تھا اسے کسی اور کے گھر کی رونق بنتے دیکھنا اس کی برداشت سے باہر تھا۔

"میں تم سے بعد میں بات کروں گا جواد۔ ابھی مجھے تھوڑا کام ہے۔" سن پڑتے اعصاب کو بمشکل سنبھالتے ہوئے اس نے دھیمے سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

"تو تم نے راستہ بدل ہی لیا۔" دونوں ہاتھوں کو بالوں میں پھنساتے ہوئے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ دل میں اٹھنے والے طوفان نے پورے وجود کا احاطہ کر لیا تھا۔ اسے لگنے لگا جیسے ضبط کی انتہائیں کہیں بہت پیچھے رہ گئی ہوں کتنی ہی دیر وہ آنکھیں بند کیے جسم و جاں میں برپا اس حشر کو ماند کرنے کی ناکام سی سعی کرتا رہا۔

"یہ کیا کر رہا ہوں میں۔ اسے خود چھوڑ کر آیا ہوں۔ پھر کیوں اسے کسی اور کا ہوتے دیکھ کر زندگی روٹھتی ہوئی لگ رہی ہے۔" وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اندر ہو رہی اکھاڑ پچھاڑ نے اس کا سانس تک لینا دوبھر کر دیا تھا۔ کھڑکی کے پاس آکر اس نے چند گہری گہری سانسیں لیں۔

"مان لو فرہاد احمد تم اس کے بنا نہیں جی سکتے۔ تم اسے کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہوگا۔ مزید یہ دوری کہیں اسے تم سے ہمیشہ کے لیے نہ چھین لے اس بار کچھ مت سوچو۔ توڑ دو اپنی انا کی خود ساختہ بیڑیاں۔ نکل آؤ اپنے زعم و غرور کے اس قلعے سے۔" دل نے ٹھان لی تھی صرف اپنی منوانے کی۔ وہ کمزور پڑ چکا تھا۔ اسے ہتھیار ڈالتے ہوئے دیر نہیں لگی۔

☼ ☼ ☼

شام میں سب حسب معمول لاؤنج میں ہی براجمان تھے۔ سالار اسی وقت آفس سے آیا تھا چینج کرنے کے بعد وہ بھی وہیں چلا آیا۔ دو تین دن سے اس کی طبیعت کی بے زاری اپنے عروج پر تھی۔ سچ تو یہ تھا اس وقت بھی اس کا سب کے بیچ بیٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر پھر بمشکل خود کو آمادہ کیا کہ کہیں کوئی اس کے اس طرح کتراتے رہنے کا سبب نہ پوچھ لے۔

بابا اور چچا جی میں سیاسی بحث گرم تھی۔ صوفے پر نیم دراز ہو کر دونوں ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھتے ہوئے اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ان دونوں بھائیوں کی محبت واقعی مثالی تھی۔ اتنا کچھ ہو گیا اتنی تلخیاں اتنی بدگمانیاں کہ وہ دونوں کزنز ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں رہے تھے مگر ان دونوں کے رشتے پر اس کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں پڑا تھا۔ ان کی محبت ان کا اتحاد و اتفاق پہلے کی طرح ہی قائم تھا۔ دھیرے سے پیشانی مسلتے ہوئے اس نے عدیل کی سمت نگاہ کی جو ٹی وی پر چل رہے کرکٹ میچ پر اس کی رائے مانگ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے ہماری ٹیم یہ دوسرا میچ بھی ہار جائے گی؟"

"میں نے پہلا میچ نہیں دیکھا تو دوسرے کے بارے میں کیا کہوں۔" وہ مسکرایا۔

"پہلے آپ کوئی میچ مس نہیں کرتے تھے۔" اس نے جیسے شکوہ کیا۔

"ہاں مگر کسی خاص ایونٹ کا۔ مجھے سیریز میں کبھی دلچسپی نہیں رہی۔" اس کی غلط فہمی رفع کرتے ہوئے اس کی نظر چائے لاتی حریم پر پڑی اور وہیں ٹھہر گئی۔

"حری..... بھابھی بتاؤ کون جیتے گا؟" عدیل اس کا نام لیتے لیتے رک گیا۔ لفظ "بھابھی" ابھی تک اس کی زبان پر نہیں چڑھ پایا تھا۔ وہ اس کی ہم عمر ہی تھی تقریباً۔ بچپن سے نام پکارتے پکارتے اب ایک دم سے بھابھی کہنا مشکل تھا۔ مگر مجبوری تھی کہ سالار کے حوالے سے اس کا رشتہ اب اسی احترام کا متقاضی تھا جو وہ سالار کو دیتا آیا تھا۔

"مجھے بھابھی مت کہو۔" وہ پہلے بھی کہہ چکی تھی اب دوبارہ ٹوک دیا۔ مگر اس بار سالار کی موجودگی کے باعث لہجے میں کچھ تندی آسمائی تھی۔ سالار نے سیاہ شال کے ہالے میں اس کے گلابی چہرے کو بغور دیکھا۔

"تو آپ لوگ فیصلہ کر لیں۔ میں کیا کہوں۔ نام لیتا ہوں تو امی ڈانٹتی ہیں بھائی گھورنے لگتے ہیں۔ بھابھی کہتا ہوں تو تمہیں برا لگ جاتا ہے۔" وہ حقیقتاً چڑ گیا۔

"تو بھابھی کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے میں تمہاری کزن بھی تو ہوں۔ نام ہی لیا کرو پہلے کی طرح۔" وہ ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"یہ کیا بحث چل رہی ہے؟" امی اسی طرف چلی آئی تھیں۔ انہوں نے اس گفتگو کا آخری جملہ سن لیا تھا۔

"میں اسے بھابھی کہوں یا نام لوں؟" عدیل نے ان ہی سے مدد مانگ لی۔

"ارے نام کیوں لو گے۔ بڑے بھائی کی بیوی ہے۔ بھابھی کہو۔" انہوں نے سنتے ہی جھڑک دیا۔ عدیل نے

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

مسکرا کر کندھے اچکاتے ہوئے اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔ "سن لیا۔" وہ لب بھینچے انہیں چائے کے کپ پکڑانے لگی۔

سالار خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کئی دنوں سے مستقل اس کے صبر کا امتحان لینے پر تلی ہوئی تھی اور اسی لیے جب وہ بابا اور چچا کو چائے دینے کے بعد اس کے پاس آئی تو اچانک ہی اس کی دبی ہوئی جھنجلاہٹ عود کر آئی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر کپ لیتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر کپ کو جھٹکا دیا۔ گرما گرم چائے اچھل کر حریم کا ہاتھ تر کر گئی تھی۔ اس کی گلابی رنگت پل بھر میں سرخ ہوئی تھی۔ چہرے پر ابھر آنے والے اذیت ناک تاثرات بے اختیار تھے۔ کراہ کر ہاتھ جھٹکتے ہوئے اس نے بھر آنے والی آنکھوں میں ناراضی اور شکوے کی ملی جلی کیفیت لیے اسے دیکھا تھا۔ جو لبوں میں مسکراہٹ دبائے پھر سے ٹیک لگا کر نہایت اطمینان سے چائے کی چسکیاں لینے لگا تھا۔

"آج چائے کچھ زیادہ ہی اچھی بنی ہے۔" وہ ذرا بلند آواز میں گویا ہوا تھا۔

"اچھا میں نے تو ابھی تک ٹیسٹ نہیں کی۔" عدیل چونک گیا۔ "آپ کی بیگم نے بنائی ہے آپ کو تو اچھی لگے گی ہی۔" وہ سالار کی بات کا پس منظر جانے بغیر کہہ اٹھا۔ مگر حریم جان گئی تھی اسی لیے کافی غصے میں وہاں سے واک آؤٹ کر گئی ' سالار کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر ہاتھ پر ڈال رہی تھی جب کچن میں داخل ہوتی اریبہ نے اس کی سرگرمی دیکھ کر پوچھا۔ حریم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں بس ذرا سی چائے گر گئی تھی ہاتھ پر۔" اس نے اپنے سرخ پڑتے ہاتھ کو پانی میں ڈبویا۔

"تمہاری چائے میں نے یہیں رکھی ہے۔ بلکہ جاتے ہوئے میری چائے بھی لے جانا۔ میں آتی ہوں تھوڑی دیر میں۔" اس نے تاکید کی تھی مگر اریبہ ہنوز کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"کیا زیادہ جلن ہو رہی ہے؟" اس کی بھیگتی پلکوں سے اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اب وہ اسے کیا بتاتی اسے رونا تکلیف سے نہیں غصے سے آرہا ہے۔

"تم چھوڑو نا یہ پانی آؤ میں مرہم لگادوں۔" پانی کی بوتل اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے وہ اسے کرسی پر بٹھا گئی۔

"دیکھنا رات تک یہ ٹھیک ہو جائے گا۔" مرہم لگاتے ہوئے اس کا انداز تسلی آمیز تھا۔ حریم مسکرادی۔

"نہ بھی ٹھیک ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟" اریبہ نے ٹھٹک کر اس کی صورت دیکھی۔

"میں اس ہاتھ سے کھانا کھا سکتی ہوں۔" اس نے جتایا۔

"مگر میرا مشورہ ہے مت کھانا بھائی سے کہہ دینا وہ کھلا دیں گے۔" وہ کہہ کر ہنسی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ ہو گیا۔

"ایک بات پوچھوں اریبہ؟" اس نے کچھ تامل کیا تھا یہ سوال کرنے میں اریبہ اس کی نظروں سے بھانپ کر بھی خاموش رہی۔

"تم نے اس رشتے کے لیے ہاں کیوں کی؟" وہ ابھی تک اس بے یقینی سے نکل نہیں پائی تھی اور ابھی بھی یہ پوچھتے ہوئے اسے کہیں نہ کہیں یہ خوش فہمی سی تھی کہ اریبہ فوراً" سے پیشتر ہی اس کی نفی کرے گی مگر اس کے بالکل برعکس اریبہ نے کہا بھی تو کیا "میں ہاں کیوں نہ کرتی؟"

حریم تحیر سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تم ابھی بھی صرف اپنے بھائی کا سوچ رہی ہو حریم۔ وہ مجھے ٹھکرا گیا ہے انتظار کرنے کا کہہ کر گیا ہوتا زندگی بھر کرتی۔" اس کے لہجے میں کانچ ٹوٹنے لگے تھے۔ حریم کو اپنا وجود نم محسوس ہوا۔ وہ پھر سے اس کے زخم کرید گئی تھی۔

"میں خوش نہیں ہوں مگر مجھے کوئی افسوس بھی نہیں ہے۔ میں یہ فیصلہ کر کے مطمئن ہوں۔ اور میرے لیے یہی ایک بات کافی ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا ہر شادی کسی عشق کا نتیجہ نہیں ہوتی اور اب میں نے یہ بات بھی سمجھ لی ہے کہ ہر محبت شادی پر منتج نہیں ہو سکتی۔ زندگی میں جو کچھ ہم پیچھے چھوڑتے ہیں آگے جا کر وہی چیزیں اس سے بہترین صورت میں ہماری دسترس میں ہوتی ہیں۔ میں اس کی محبت کو بہت پیچھے چھوڑ دینا چاہتی ہوں حریم۔ مجھے اب صرف آگے بڑھنا ہے۔ اتنا آگے کہ اس کی بھولی بسری یاد بھی میری گرد نہ پاسکے۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو اور میرے لیے دعا کرو کہ کم از کم اس بار میری امید نہ ٹوٹے۔" گلوگیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"خدا نہ کرے کہ اس بار بھی ایسا ہو۔ ابھی تمہیں بہت خوشیاں دیکھنی ہیں ان شاء اللہ۔" اس نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

☼ ☼ ☼

ڈھلتی رات کو بھگوتی موسم کی پہلی بارش کھڑکیوں پر دستک دے رہی تھی اور وہ بوندوں کی موسیقی سنتے ہوئے متضاد کیفیات میں الجھا ٹھنڈ اور خنکی سے بے نیاز کمبل ایک طرف جھٹکے بیڈ پر نیم دراز تھا۔ دھیرے دھیرے ہلتی اس کی ٹانگیں اس کے ذہنی اضطراب کی غماز تھیں۔ کروٹ لیتے خالی بیڈ کے اس حصے کا سونا پن پورے کمرے پر حاوی ہوتا لگ رہا تھا۔ اس کی بے چینی سوا ہو گئی۔ حالانکہ دن ہی کتنے ہوئے تھے وہ تو بالکل اچانک ہی اس کی زندگی کی شراکت دار بن بیٹھی تھی اور اب وہ حیران و پریشان تھا۔ اس کے تو گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اس کمرے پر' اس کمرے کی ایک ایک چیز پر حتی کہ اس کی سوچوں تک پر اپنی اتنی گہری چھاپ چھوڑ جائے گی۔ وہ تو اسے نظر انداز ہی کرتا آیا تھا اور اسی میں خوش تھا۔ اسے احساس تک نہیں ہو سکا تھا اور وہ اس کے معمولات میں شامل ہو گئی تھی۔ صبح ہی صبح اس کے لگائے ہوئے الارم پر اس کی آنکھ بعد میں کھلتی۔ کمرے میں پھیلی اس کی سرسراہٹیں' ادھر سے ادھر آتے جاتے اس کے گداز پیروں کی آہٹیں' فضا میں چکراتی پھرتی اس کے وجود کی خوشبو اس کے حواس پہلے بے دار کر دیتی۔ وہ بند آنکھوں سے ہی' بنا اسے دیکھے اس کی بھرپور موجودگی محسوس کرتا اور اسے بھی ایک معمول سمجھ کر نظر انداز کر دیتا۔ مگر پچھلے تین دنوں سے وہ جس طرح اس کمرے کا بائیکاٹ کیے ہوئی تھی حقیقی معنوں میں اس کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ عجیب سی حالت تھی جسے وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ بے چینی' اداسی جواب بتدریج غصے اور جھنجلاہٹ کی صورت اختیار کرنے لگی تھیں۔ کبھی یہ جھنجلاہٹ خود پر ہوتی تو کبھی اس پر۔ اور شام میں اسی باعث وہ اسے کافی ہرٹ بھی کر گیا تھا۔ اس سے برداشت ہی نہیں ہو رہا تھا۔ جس طرح وہ اس سے گریز برت رہی تھی' اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ صبح ناشتے کے وقت وہ اس کے سامنے ہی ہوتی۔ شام کی چائے' رات کا کھانا مگر اس کے بعد سالار انتظار ہی کرتا رہ جاتا۔ میکا اور سسرال ایک ہونے کا جو فائدہ وہ اٹھا رہی تھی وہی اس کے طیش کا سبب بن رہا تھا۔

اس کا تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس لی۔ باہر بارش بدستور برس رہی تھی۔ اسے پہلی بار رات کی اس برسات سے بے زاری محسوس ہوئی۔ حالانکہ اسے رات کی بارش سے بڑھ کر کبھی کچھ خوبصورت اور رومانوی نہیں لگا تھا۔ مگر اب اس جل تھل کا بھی اس کے اندر کے خشک موسم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اسی بے دلی و بے زاری سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سونے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔

☼ ☼ ☼

دوسرے دن خالہ نے فون کر کے تیمور کی آمد کی اطلاع دی تو گھر بھر میں ہلچل سی مچ گئی۔ وہ آرمی آفیسر تھا اور ان دنوں اس کی پوسٹنگ نوشہرہ میں تھی۔ وہ چھٹیوں پر گھر آیا تھا اور وہ سمجھ گئے کہ جلد یا بدیر خالہ

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

جان شادی کی تاریخ مانگنے آپہنچیں گی۔

"تائی یہ بہت جلدی نہیں ہوجائے گی۔ ہم نے ابھی کچھ تیاری بھی نہیں کی اور ابھی کچھ دن پہلے ہی تو.... میرا مطلب ہے۔" حریم کو الفاظ نہیں سوجھے۔ وہ کہنا چاہ رہی تھی کہ ایک شادی بھگتانے کے بعد دوسری شادی میں اتنی جلد بازی نہ کی جائے۔

"نہیں حریم سلطانہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تیمور کے آنے پر ہمیں شادی کی تاریخ دینی پڑے گی اور اسی وجہ سے اس نے منگنی بھی نہیں کی۔ تیاری کا کیا ہے ہوجائے گی ارادہ باندھنے کی دیر ہوتی ہے کرنا تو اللہ نے ہے۔" تائی نے رسان سے جواب دیا تھا۔ وہ بے بسی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"آپ کو چند مہینوں کا وقت تو لینا چاہیے تھا کم از کم۔" یہ بات کرتے ہوئے اس کے تصور میں صرف اریبہ کا چہرہ تھا۔ وہ فرہاد کے بارے میں سوچنا چھوڑ چکی تھی مگر اب اسے صرف اریبہ کی فکر تھی۔

"تم سے کسی نے مشورہ نہیں مانگا۔ ان معاملات میں بولنے کے بجائے اپنے کام سے کام رکھو۔" اسی پل کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سالار نے اس کی بات سن کر جو سخت تنبیہی لہجہ اختیار کیا حریم کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

تائی نے ایک حیرت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرے لیے ایک کپ چائے لے آؤ۔" اسے کمرے سے نکلتے دیکھ کر خواہش نہ ہونے کے باوجود وہ چائے کی فرمائش کر گیا۔ کیونکہ اس کی کیفیت دیکھ کر اسے لگ رہا تھا وہ پھر سے دن بھر کے لیے اس کی نظروں سے اوجھل ہونے والی ہے۔

"یہ کیا حرکت ہے سالار؟" اس کے جاتے ہی انہوں نے سنجیدگی سے اس سے دریافت کیا۔

"کیا؟" اس نے انجان بن کر انہیں دیکھا۔

"اسے اس طرح سے ٹوکنے کی کیا ضرورت تھی۔" ان کے لہجے میں برہمی در آئی۔

"تو آپ نے دیکھا نہیں۔ وہ کیا کرنے کی کوشش کر رہی تھی کیا وہ بچی ہے۔ کیا اسے اپنی پوزیشن کا ذرا بھی احساس نہیں۔ اس کے بولنے سے معاملات بگڑیں گے 'بنیں گے نہیں۔" وہ ناراضی سے بولتا چلا گیا۔

"فرہاد کی بہن ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم فرہاد کا غصہ اس پر اتارو۔ اسے اپنے معاملات سے علیحدہ رکھو۔ وہ اب تمہاری بیوی ہے اس گھر کی فرد ہے وہ۔ اور اسے بھی اپنی رائے دینے کا حق ہے۔"

"اگر مجھے فرہاد کا غصہ۔ اس پر اتارنا ہوتا تو وہ اس وقت میری بیوی نہ ہوتی۔ میں فرہاد کے حوالے سے کوئی طعنہ سننا نہیں چاہتا۔ ان فیکٹ میں فرہاد کا نام ہی سننا نہیں چاہتا۔ آپ پلیز آئندہ میرے سامنے اس کا نام نہیں لیں گی۔" وہ یکایک ہی بھڑ گیا تھا۔

وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔ "یہ نارمل طرز عمل نہیں ہے سالار۔"

"حالات بھی نارمل نہیں ہیں۔ میں اپنا لی ہیویئر نارمل رکھنا بھی چاہوں تو بھی نہیں رکھ سکتا۔ آپ مجھے پرسکون رہنے کا مشورہ دے سکتی ہیں کیونکہ آپ نہیں جانتیں ہمارے تعلقات کس نہج پر پہنچ چکے ہیں۔"

"تو کیا کرو گے رشتہ توڑو گے؟" انہیں غصہ آگیا۔

"نہیں رشتہ نہیں توڑ رہا مگر مجھے اب اسے نبھانے میں کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے۔ ایک بار نبھانے کی کوشش کر چکا ہوں اس کے پاس جاکے۔ اب اس کی باری ہے اور میں جانتا ہوں اس بار وہ ضرور آئے گا۔ اس لیے نہیں کہ اسے یہ بھائی چارہ بہت عزیز ہے بلکہ اس لیے کہ اس بار سوال اس کی بہن کا ہے۔" تلخی سے بھرپور لب و لہجہ لیے وہ انہیں بالکل ہی چپ کروا گیا تھا۔ وہ اس کا مزاج اچھی طرح جانتی تھیں۔ ان کے پاس الفاظ ہی نہیں رہے تھے کچھ کہنے یا سمجھانے کے لیے۔ اسی وقت چائے لیے حریم بھی چلی آئی۔ اور آتے ہی اس نے کمرے میں چھایا تناؤ محسوس کر لیا تھا۔ سالار کے چہرے کا دبا دبا غصہ اور تائی کی آنکھوں میں تفکر کی گہری پرچھائیاں۔ اسے نجانے کیوں وجہ اپنی ہی ذات لگی اور اس کا دل مزید تاسف میں گھر گیا۔

☼ ☼ ☼

رات کو کھانے کے دوران ہی جب وہ سب ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے تھے۔ فرہاد کی غیر متوقع آمد ان سب کو ششدر کر گئی۔

"ارے فرہاد.... اس طرح اچانک۔" تایا جی بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ مسکراتا ان کے گلے آلگا تھا۔

باقی سب نے غیر ارادی طور پر ان کی تقلید کی تھی۔

"آئم سوری پہلے سے بتا نہیں پایا۔" وہ سب سے ملنے لگا۔

"بتانے کی ضرورت بھی کیا تھی اپنے گھر ہی تو آرہے تھے۔" امی نے پیشانی چوم کر کتنی دیر ساتھ لگائے رکھا۔ اسے ایک گونہ راحت سی ملی تھی۔ ابو البتہ بہت سرد مہری سے پیش آئے۔

"سالار کہاں ہے؟" اریبہ کے دھیمے سے لہجے میں کیے گئے سلام کا جواب دیتے ہوئے وہ بڑی مشکل سے اس پر سے نظریں ہٹا پایا تھا۔

"وہ آج کچھ لیٹ ہوگیا ہے آجائے گا تھوڑی دیر میں 'تم تو بیٹھو۔" تائی اسے کھڑا دیکھ کر ٹوک گئیں۔ وہ عجیب سے احساس کے زیر اثر ان کے چہرے کی ملائمت' ان کا نرم سا انداز دیکھتا رہا۔ ان کے چہرے' ان کے رویے میں کوئی شکوہ' کوئی تاسف ناراضی کی کوئی ہلکی سی پرچھائیں تک نہیں تھی۔

"نہیں۔ ابھی تو مجھے فریش ہونا ہے۔ آپ لوگ اپنا ڈنر جاری رکھیے۔ میں ایک دن اور اکیلے ڈنر کرلوں گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

امی اس کے ساتھ ہی کمرے تک آئی تھیں۔ اور اس کے جاتے ہی اریبہ کے سینے میں قید سانس آزاد ہوئی تھی۔ کھانے سے تو اس کا دل اچاٹ ہو ہی چکا تھا مگر اب اچانک سے اس کا اٹھنا سب کو متوجہ کر دیتا۔ اسی لیے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹھی رہی۔

"اریبہ کی شادی ہو رہی ہے۔" کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ لاؤنج میں بیٹھا جانے کا سوچ ہی رہا تھا۔ امی نے اطلاع دی۔ سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے وہ ان کے چہرے پر کوئی دوسرا تاثر ڈھونڈنے لگا۔

"مگر اس نے تو صرف اس کے رشتے کے متعلق سنا تھا۔" اس کے لبوں سے الفاظ رک رک کر ادا ہوئے تھے۔

امی نے بغور اس کا یہ انداز دیکھا۔ "ہاں مگر اب شادی بھی ہو رہی ہے تیمور چھٹیوں پر گھر آیا ہے۔ کچھ ہی دنوں میں وہ لوگ شادی کی تاریخ مانگنے آئیں گے۔ مجھے تو ابھی بھی یقین نہیں آتا۔ جسے میری بہو بننا تھا وہ کسی اور گھر چلی جائے گی۔" ان کے الفاظ سادہ تھے مگر لہجے میں جو حسرت اور تاسف چھپا تھا۔ فرہاد نگاہیں چرانے پر مجبور ہوگیا۔

"کوئی اور لڑکی ہوتی تو مجھے کبھی اتنا دکھ نہ ہوتا مگر اریبہ.... اسے تو میں نے ہمیشہ فاریہ اور حریم کی طرح سمجھا تھا۔ دونوں بیٹیوں کو رخصت کرتے ہوئے بھی مجھے اتنی تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ دل کو ایک تسلی تو تھی کہ میری ایک بیٹی ہمیشہ میرے پاس ہی رہے گی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ مجھے اسے بھی رخصت کرنا پڑ جائے گا۔" کہتے ہوئے ان کا ضبط چھلک گیا۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"میرا یہ ملال کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے فرہاد۔ تمہاری ایک ضد کی وجہ سے.... ایسا کرتے ہوئے تم نے کچھ تو سوچا ہوتا۔ اپنے بارے میں نہ سہی ہمارے بارے میں ہی سہی...."

سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ اضطرابی کیفیت میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اس کا ردعمل دیکھ کر خاموش ہوگئی تھیں۔

اور اسے سمجھ نہیں آرہا تھا ان سے کیا کہے.... یہ کہ آپ کو پچھتانے کی' افسوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ آپ کی بہو ہے اور اسے اسی گھر آنا ہے کیا یہ سب کہنا اتنا آسان تھا۔ کیا یہ سب ابھی بھی صرف اسی کے ہاتھ میں تھا۔

"اگر درمیان میں حریم نہ ہوتی تو میں ان سے نظریں بھی نہ ملا پاتی۔ ہماری حریم وہاں اتنی خوش ہے

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اور ہم نے کیا کیا...؟" ان کا لہجہ متاسفانہ تھا۔ فرہاد چونک گیا۔

"حریم خوش ہے۔" اس کی زیر لب بڑبڑاہٹ میں حیرت تھی۔ امی اس کی شادی شدہ زندگی کی حقیقت سے ناواقف تھیں۔ انہیں جو نظر آتا تھا وہ حریم کے چہرے پر ہمہ وقت رہنے والی مسکراہٹ ہی تھی۔

"میں اریبہ کی جگہ کبھی کسی اور لڑکی کو نہیں دے پاؤں گی۔ اسی لیے کم از کم مجھ سے تو تم کوئی امید مت رکھنا۔ جسے چاہو اپنی بیوی بنا کر اس گھر میں لے آؤ میں کچھ نہیں کہوں گی۔" وہ اپنا آخری فیصلہ بھی سنا کر اٹھ گئی تھیں وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔ اسے امی کی اس درجہ ناراضی کا بالکل اندازہ نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

رات کو وہ کافی دیر سے گھر آیا تھا اور دیر سے سونے کے باعث الارم بجنے کے باوجود اس کی نیند کم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ کسلمندی سے بستر پر پڑے نیم غنودگی میں اس نے دروازہ کھلنے کی آواز پر بمشکل آنکھیں کھولیں تو وہ جھانک کر پلٹ رہی تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر پھر سے آنکھیں موند لیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ آئی تھی۔ سالار اس کی موجودگی محسوس کر کے بھی سوتا بنا رہا مگر تیسری بار اس کے آنے پر سالار کے لیے بے نیاز بننا ممکن نہ رہا۔

"کیا مسئلہ ہے؟" وہ بے زار سے لہجے میں اسے مخاطب کر ہی گیا۔

"آفس نہیں جانا۔" وہ قدرے خائف سی ہو گئی تھی۔

"تم سے مطلب... میری پی اے نہیں ہو تم... جسٹ کیوی آلون۔" اس بے موقع غصے کا سبب اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

وہ ہونٹ کاٹتی کچھ دیر اسے دیکھتی رہی۔ "آپ کی بیوی ہونے سے آپ کی پی اے ہونا بہتر تھا۔"

تکیہ ایک طرف پھینک کر وہ اٹھ بیٹھا۔ "اپنی پی اے میں اپنے اسٹینڈرڈ اور اس کی قابلیت کے حساب سے رکھتا ہوں۔ تم تو اس کے لیے بھی ناموزوں ہو۔" اس کا طنزیہ لہجہ بے حد جتاتا ہوا تھا۔ حریم کا رواں رواں سلگ اٹھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن شدید بے بسی میں اسے خاموشی ہی اپنا سہارا لگی۔ وہ اس کا جائزہ لیتا رہا۔

"جلدی کہو... صبح ہی صبح تمہیں اس ریڈ زون میں آنے کا خیال کیسے آگیا۔" اس کا انداز سوالیہ تو نہیں، مگر کچھ جانچتا ہوا اور طنزیہ ضرور تھا۔ حریم واقعی جو کہنے آئی تھی اب اسے کہنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔

"کچھ نہیں... بس دماغ خراب ہو گیا تھا۔" اسے اب اپنے آنے پر پچھتاوا سا ہونے لگا تھا۔

وہ اٹھ کر اس کے پاس چلا آیا۔ حریم نے گھبرا کر کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" اس کے مقابل آکر چہرے پر سنجیدگی لیے اس کا لہجہ اتنا گمبھیر تھا کہ حریم سمجھ گئی وہ پوری بات جانے بغیر اسے نہیں جانے دے گا۔

"رات کو بھائی گھر آگئے ہیں اور آپ کے بارے میں پوچھ بھی رہے تھے۔" دھیرے سے کہتے ہوئے اس نے سر جھکایا۔

"اوہ۔" اس کے تاثرات ایک دم بدلے تھے۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ ذرا پیچھے ہٹا۔ "تو تم چاہتی ہو... میں اس سے جا کے ملوں؟" اس نے سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر جمائیں جو اس کی سمت دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"ایسا تو آپ کبھی نہیں کریں گے، میں تو بس اتنا چاہتی ہوں کہ جب وہ آپ سے ملیں تو آپ ان سے ٹھیک سے ملیے گا پلیز۔" اس کا لہجہ ملتجی ہو چلا۔ وہ ہنس پڑا۔

"تو تمہیں اس فکر سے رات بھر نیند نہیں آئی اسٹرینج۔" اس کے مضطرب چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ گویا لطف لینے والے انداز میں بولا تھا۔

"ڈونٹ وری اتنا بھی بد تہذیب نہیں ہوں میں۔ کم از کم اس کی طرح تو بالکل نہیں ہوں۔" اس کے قریب

WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

ہوتے ہوئے سالار نے اس کا جھکا چہرہ اٹھایا۔ سر پر جمے سیاہ دوپٹے سے جھانکتی سیاہ لٹیں اس کے چہرے کی تابناکی میں اور بھی اضافہ کیے دے رہی تھیں۔ جھکی پلکوں میں رات کا سا گہرا پن چھپائے وہ اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے پلٹی مگر سالار اس سے پہلے ہی ہاتھ بڑھا کر دروازے کا لاک لگا چکا تھا۔

"اگر آپ کی یادداشت خراب ہے تو میں آپ کو آپ کی کچھ دیر پہلے کی کہی گئی بات یاد دلانا چاہتی ہوں۔" وہ تلملا کر اتنا ہی کہہ سکی۔

"کون سی بات؟" اس کا انداز دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

ایک پل کو حیران ہوتے ہوئے وہ دوسرے ہی پل سلگ اٹھی۔ یوں لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"آپ مجھے سمجھتے کیا ہیں؟ چاہتے کیا ہیں آپ؟" چیخ کر کہتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گئی۔

"مجھے اس طرح ذلیل کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ آپ اپنی ناآسودہ خواہشات، اپنی ہار کا بدلہ مجھ سے نہیں لے سکتے۔ حق اور فرض کی بات کرنے اور خود پر صبر کرنے کے بجائے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے، میں اپنے سب حقوق آپ کو معاف کرتی ہوں، آپ بھی مجھے معاف کر دیجیے پلیز...." دہکتے چہرے پر غیظ و غضب کا ملا جلا تاثر لیے حریم نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور اگلے پل ہی آگے بڑھ کر دروازے کا لاک کھول دیا۔

"جاؤ... معاف کیا۔"

اس نے لحہ بھر ٹھہر کر اسے دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی اور دروازہ کھولتے ہوئے سرعت سے باہر نکل گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"میں نہیں جانتی تم کیوں واپس آئے ہو مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اب تمہاری ذات میری کسی کمزوری کا باعث نہیں بنے گی۔ اس بار میرے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ تمہاری محبت سے بھاگتے بھاگتے بے اختیاری بھی کہیں بہت پیچھے چھوٹ گئی ہے۔ تمہارا ہونا نہ ہونا اب بے معنی ہے فرہاد... تمہیں کھونے کے ساتھ ساتھ میں تمہارے لیے اپنا ہر احساس بھی کھو چکی ہوں...." تپتے ہوئے چہرے کو دیکھتے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کی کرسی پر گر سی گئی۔ دل میں ٹھہری ایک جامد ٹھنڈ کے سوا کچھ بھی نہیں تھا اور جسم کا ہر ایک عضو ایک بے نام سی آگ کی لپیٹ میں۔

"اریبہ... باہر آؤ نا پلیز... سب بلا رہے ہیں تمہیں۔" اسی وقت حریم نے آکر اسے پکارا۔ آج خالہ جان کی پوری فیملی یہاں موجود تھی۔ وہ شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آئے تھے جو کہ امکان تھا کہ لے کر ہی جاتے۔ کیونکہ تایا جی کو اتنی جلدی شادی پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس نے چونکتے ہوئے ایک نظر اپنے عکس پر ڈالی۔ شفون کے کریم کلر کے ڈریس میں اس کے رخساروں میں آتشی رنگ نمایاں تھا۔ چہرے کو رگڑتے ہوئے وہ اٹھ کر اس کی طرف مڑی۔ حریم اس کی جانب دیکھ رہی تھی اس کی نظروں میں کچھ کھو دینے کا گہرا ملال صاف نظر آرہا تھا۔

"جانتی ہو اریبہ... کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے... میں تمہیں نہ دیکھوں۔" حریم نے جس انداز میں کہا تھا۔ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے اپنی جلتی ہوئی آنکھیں ٹھیک سے کھول کر اس کی بات سمجھنے کی کوشش کی۔ "جس طرح میں نے تمہیں دیکھا تھا جس طرح سے میں نے ہمیشہ تمہیں دیکھنا چاہا تھا... تم ویسی نہ رہو تو میں تمہیں کبھی نہ دیکھوں۔"

کہتے ہوئے اس کی دھیمی آواز مزید دھیمی ہوئی۔ اریبہ سن ہو کر رہ گئی۔ کئی لمحوں پر محیط خاموشی کے ایک وقفے کے بعد اس نے بدقت لب کھولے اور لہجہ ہموار رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی۔

"تیمور بھی آیا ہے نا... تم نے دیکھا اسے۔" اس نے بات بدلی تھی۔ حریم نے لب بھینچے۔

WWW.READERS.PK

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"بہت ہینڈسم ہو گیا ہے نا؟ کیا خیال ہے میں اس کے ساتھ اچھی تو لگوں گی؟" اسے خود کو چھپانا آ گیا تھا یا پھر واقعی وہ سنبھل گئی تھی۔

"تم اس کے ساتھ کبھی بھی اچھی نہیں لگ سکتیں۔" یہ تلخ سی سوچ اس کے ذہن میں ابھری اور لبوں سے کچھ اور پھسل پڑا۔

"میں نے کبھی تمہیں کسی اور کے ساتھ نہیں سوچا۔"

"تو کوئی بات نہیں اب سوچ لو اتنا بھی مشکل نہیں ہے۔"

"اریبہ... پلیز کم از کم میرے سامنے یہ ڈھونگ مت کرو۔" وہ ملتجی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"ابھی بھی وقت ہے۔ سب کچھ تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔ بھائی بھی واپس آ گئے ہیں اور میں جانتی ہوں وہ صرف تمہارے لیے واپس آئے ہیں۔"

"مگر میں ایسا نہیں سمجھتی۔" وہ تیزی سے اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"اگر وہ تمہارے پاس آ کر خود تم سے یہ بات کہیں تو کیا تب بھی یقین نہیں کرو گی۔" اس نے سوال کیا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو چپ رہ گئی۔

"کر لوں گی۔" اس کی دھیمی سی آواز ابھری۔ "مگر صرف یقین ہی کر سکتی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تم کیا سمجھتی ہو حریم... میں اس انتظار میں بیٹھی ہوں کہ وہ آئے۔ مجھ سے کچھ کہے اور میں پھر سے اس کے سنگ ہو لوں۔ میری سوچ، میری رائے میری مرضی کچھ نہیں۔ اس کا جب دل چاہے مجھے ٹھوکر مار کر چلا جائے اور جب دل چاہے... پھر سے مجھے اپنی ہمراہی کا اعزاز بخشنے چلا آئے۔"

"اریبہ!" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے بھیگے لہجے میں کچھ کہنا چاہا، مگر اریبہ اس وقت صرف اور صرف اپنے دل کی کہنا چاہتی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا میں اکیلی رہ گئی۔ میرے پاس کوئی اور چارہ نہ رہا تو میں نے تیمور کا رشتہ قبول کر لیا۔ اب جب وہ واپس آ گیا ہے۔ شاید اس کا موڈ بدل گیا ہے یا شاید اسے مجھ پر ترس آ گیا ہے تو میں سب کچھ بھول جاؤں اور اس کے لیے تیمور کو اس طرح مسترد کر دوں جس طرح وہ مجھے کر کے گیا تھا۔" اس کا لہجہ بھرا گیا تھا۔

"فرہاد میرے ساتھ یہ سب کر سکتا تھا کیونکہ اسے یہ حق میں نے... میری محبت نے ہی دیا تھا، مگر مجھے تیمور کے ساتھ ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ کوئی کھیل نہیں ہے جسے اپنی مرضی، اپنے موڈ کے مطابق کھیلا جائے۔ میں ایک ٹھوکر پر ہی سنبھل جانے والوں میں سے ہوں۔ مجھے اس اذیت سے بار بار مت گزارو حریم۔" منت کرتے ہوئے اس کا بوجھل لہجہ بکھر گیا۔

وہ بھیگی آنکھوں، ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کچھ کہنے کے لیے لب کھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ہلکی سی آہٹ پر نظر کے اٹھتے ہی وہ تعجب و تحیر میں آ گئی۔ فرہاد دروازے میں کھڑا تھا۔ وہ کب آیا... اس نے کتنی باتیں سنیں۔ وہ الجھ کر ہی اریبہ کے چہرے کی زرد رنگت دیکھ چکی تھی۔ اسے یکایک اپنا آپ اس صورت حال میں مس فٹ لگا۔ وہ یہ بہترین وقت کسی نتیجے کی امید میں ان دونوں کو دینا چاہتی تھی اور اسی لیے اس سوچ کے ذہن میں آتے ہی اس نے کمرہ چھوڑنے میں لمحہ بھر کی بھی دیر نہیں کی۔

☆ ☆ ☆

آج کا دن ہنگاموں سے بھرپور اور کافی مصروفیت والا تھا، مگر اتنی مصروفیت کے باوجود اس اطمینان نے اس کی تھکن میں کچھ حد تک کمی کر دی تھی کہ اریبہ کا ولیمہ بخیر و عافیت انجام پا گیا تھا اور آتے ہوئے وہ اسے بہت خوش دلی سے اور مسکراتے ہوئے ملی تھی۔ اس وقت اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے اپنے سونے کے لیے بستر ٹھیک کرنا شروع کر دیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو تم... کیا بچپنا ہے یہ..."

چونک کر وہ پوری کی پوری پیچھے گھوم گئی۔ اس وقت اس کمرے میں یہ آواز سننے کی نہ تو وہ کوئی خواہش کر رہی تھی نہ توقع۔ ماتھے پر کئی بل لیے اکھڑے لہجے میں پوچھتے ہوئے وہ اس کے سامنے ہی سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

تعجب، گھبراہٹ میں سٹپٹا کر اس نے دوپٹا ٹھیک کرنے کی کوشش کی اور اس کی... موجودگی کا انکشاف ہوتے ہی خفت نے چہرے پر مزید سرخی بکھیر دی۔

وہ بغور اسے دیکھتا رہا۔ سرخ رنگ کے لباس میں اس کا چہرہ اس کے لباس کے ہم رنگ ہی نظر آ رہا تھا۔ بال کھلے بکھرے تھے۔ اس کی نظروں کے ارتکاز نے اسے نروس کیا تو وہ پلٹ کر بیڈ پر سے اپنا دوپٹا اٹھانے لگی۔

"تم یہ سب کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟"

"میں کسی پر کیا ثابت کروں گی... آپ بتائیے۔ آپ کو کون سی پریشانی اس وقت یہاں کھینچ لائی۔" تلخی سے پوچھتے ہوئے اس کا انداز نڈر تھا، مگر دھڑکنیں مدھم ہو رہی تھیں۔

"میری پریشانی جاننا چاہتی ہو۔" وہ نپے تلے قدم اٹھاتا اس کے قریب آ کر رکا اور حریم پیچھے ہٹنے کی کوشش میں بیڈ پر گر گئی۔

"میں نے غلطی سے ایک ایسی لڑکی سے شادی کر لی ہے جس کا بچپنا ابھی تک نہیں گیا اور جو روٹھنے اور رونے کے لیے ایک ہی کونا تلاش کرتی ہے۔" گہری نگاہیں اس پر جمائے سالار اس کے برابر بیٹھا اور جیسے ہی اس کا ہاتھ تھامنا چاہا... اس نے تڑپ کر اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"تو سدھار لیجیے اپنی غلطی... یہ بہترین موقع ہے اس بچی سے جان چھڑانے کا۔" وہ ہانپ گئی۔

"کیوں نہ میں ایک اور کام کروں... اسے اٹھا کر اس کی اصل جگہ پر لے جاؤں۔" دھیمے سے کہتے ہوئے اس کا لہجہ بھاری ہوا تھا۔ حیرانی سے بڑھ کر کچھ تھا جس نے حریم کو ساکت کر دیا۔

"دل نہیں لگ رہا اس کے بغیر..." اس کے گلابی رخسار کو اپنی انگلیوں کے لمس سے دہکاتے ہوئے وہ اس کی ٹھہری ہوئی دھڑکنیں پاگل کر گیا اور اس بار وہ اس کے ہاتھ جھٹک بھی نہ سکی۔

"کیا کروں... کبھی دل کو تمہارے پاس لانا پڑتا ہے اور کبھی اپنا دل لینے کے لیے تمہارے پاس آنا پڑتا ہے۔ ہمارے درمیان کی یہ مجبوری کبھی ختم نہیں ہو سکتی حریم...!" ذرا سا جھک کر وہ اس کی حیران آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر پلکیں جھپکائیں۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ گھڑی پر نظر پڑتے ہی اسے کہنے کے لیے اس سے بہتر اور کچھ نہ سوجھا۔

"مجھے بھی۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔ "ویسے کتنا عجیب لگے گا نا اگر چچی نے اس وقت ہمیں یہاں دیکھ لیا۔"

"آپ کا مسئلہ کیا ہے؟" حیرانی اور بے یقینی سے الجھتے ہوئے وہ جھنجھلا کر بولی۔

"اپنی بیوی کو لینے آیا ہوں، مگر وہ جانے پر تیار نہیں ہو رہی۔ میرا اس کے علاوہ اور کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولا تھا۔

وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔ "میں کہیں نہیں جا رہی جو جیسا چل رہا ہے چلنے دیجیے اور گھر والوں کی فکر مت کیجیے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں انہیں کچھ پتا نہیں چلے گا۔ آپ کو مزید خود پر جبر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ پر مستقل مسلط ہونے کا کوئی شوق رکھتی ہوں۔ اگر آپ نے یہ شادی گھر والوں کے کہنے پر کی ہے تو میں نے بھی یہی کیا ہے۔ تو اسی لیے اب ان کے لیے ہی سہی ہمیں یہ رشتہ اسی طرح نبھانا ہے۔"

"تم نبھا سکتی ہو اس طرح... میں تو نہیں نبھا سکتا۔" وہ خاموش ہوئی تھی اور سالار بول پڑا تھا۔ اس نے ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھا۔

"یہ سچ ہے اس رشتے میں میری قلبی خواہش تب شامل نہیں تھی۔ میں نے سوچا تھا۔ مجھے کہیں نہ کہیں تو شادی کرنی ہی ہے۔ پھر کیا برا ہے اگر میں بابا کی بات رکھتے ہوئے ان کی رضا میں راضی ہو جاؤں۔" ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہوئے وہ کافی سنجیدہ ہو گیا تھا اور حریم کے

پاکستان وَیب اور رِیڈرز کی پیشکش

WWW.READERS.PK

چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ہلکی سی چھب دکھا کر غائب ہوئی تھی اس کے اس انکشاف پر۔

"ایک طرح سے تم کہہ سکتی ہو' میں اپنے بیٹا ہونے کا فرض نبھانا چاہ رہا تھا۔"

"اور اب آپ اپنے شوہر ہونے کا فرض نبھانے آئے ہیں۔ تو میں آپ سے کہہ رہی ہوں مت کیجیے۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں اس طرح رہنے سے۔ میں رہ سکتی ہوں بنا کسی ڈیمانڈ کے۔"

"اوہ۔" اس کے بات کاٹ دینے پر اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔

"آپ نے کہا تھا آپ کی ذمہ داریاں اور جذبات کبھی یکجا نہیں ہو سکتے اور میرے خیال میں وہی بات سچ ہے۔" وہ اس کی کہی ہوئی بات یاد دلا رہی تھی۔

اس نے بمشکل اپنی جھنجلاہٹ پر قابو پایا۔ "تم دونوں بہن بھائی کا یہی مسئلہ ہے۔ خود سے سوچی گئی ہر الٹی بات کو صحیح ثابت کرنا مفروضات پر جینا۔۔۔"

"میرے بھائی کو درمیان میں مت لائیے۔" وہ روٹھے لہجے میں کہہ اٹھی۔

"جانتی ہو فرہاد نے مجھ سے کیا کہا تھا؟"

سالار اس کے بات ان سنی کر کے اس سے پوچھنے لگا۔ "اس نے کہا تھا۔۔۔ مجھے یقین ہے تم حریم کو کبھی خوش نہیں رکھو گے اس لیے میں اس رشتے کے حق میں نہیں ہوں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ ایک شریف بے قصور انسان کو محض اس اندیشے میں سزا سنا دی جائے کہ کہیں وہ مستقبل میں جرم کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔"

"مگر آپ نے تو ان کی بات سچ ثابت کر دی۔ کیا ایسا نہیں کیا؟" اس نے سوال کیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ ایک حد تک' میں تم سے وہی کہہ رہا ہوں حریم ایک بار میری بات سن لو۔ محض تمہیں بہلانے کے لیے میں اتنا بڑا جھوٹ نہیں بول سکتا کہ یہ میری لو میرج ہے۔ شادی کے وقت میری جو فیلنگز تمہارے لیے تھیں۔ تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی اس کے لیے بھی میرے محسوسات یہی ہوتے۔ میں اس رشتے کو غیر معمولی اہمیت دینے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اسے اپنی روٹین کا حصہ بناتے ہوئے بالکل اپنے روزمرہ معمولات کی طرح ہی برتنا چاہتا تھا۔ مگر۔۔۔ پہلی رات ہی میرے باندھے گئے سارے ارادے ریت کی بھربھری دیوار کی مانند ڈھے گئے۔ میں نے اپنی شکست سے خوف زدہ ہوتے ہوئے تم سے وہ ساری باتیں کیں جو مجھے کرنی ہی نہیں تھیں۔ کیا فرق پڑتا اگر میں نارمل بی ہیو کرتا۔ مجھے تو تمہیں اس طرح وضاحتیں دینے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ ایک نارمل صورت حال تھی جسے میرے اندر کے چور نے مجھ سے وہ سب کہلواتے ہوئے پیچیدہ بنا دیا۔ میرے لیے بھی اور تمہارے لیے بھی۔"

تیز سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ ذرا دیر کو تھما تھا۔ بے حس و حرکت بیٹھی حریم نے خاموشی کے اس مختصر سے وقفے پر بے چین ہو کر اسے دیکھا۔

"مجھے بعد میں اس کا احساس ہوا اور بجائے اس کے کہ میں تمہارے پاس آ کر اپنی شکست کا اعتراف کرتا۔ حماقت در حماقت میں نے تم ہی سے الجھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک اور بچکانہ سی کوشش تھی تم سے دور بھاگنے کی۔ مجھے لگتا تھا۔۔۔ میں کبھی غلطی نہیں کرتا۔۔۔ نہ کر سکتا ہوں مگر تم نے مجھے آئینہ دکھا دیا کہ میں کتنا بڑا بے وقوف ہوں۔" بالوں میں ہاتھ پھنسائے اپنی بے بسی کا اعتراف کرتا کچھ شرمندہ ہوتا وہ ان لمحات میں اسے پہلے سے بڑھ کر اچھا لگا تھا۔

"مگر۔۔۔ آپ نے تو ابھی تک یہ کہا ہی نہیں۔" سر جھکائے اس نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔

"کیا؟ کہ میں بے وقوف ہوں؟" اس نے چونک کر جس طرح پوچھا۔ حریم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"نہیں۔" اس نے سر ہلایا۔ "یہی کہ آپ مجھے لینے کیوں آئے ہیں؟"

"حریم میری حریم۔۔۔ کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گی۔ تمہیں کون سی زبان سمجھ میں آتی ہے؟" پرشوق نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے اس کی ٹھوڑی

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

پاکستان وَیب کی پیشکش

پاکستان WEB.PK

پاکستان سوشل ویب دنیا بھر میں موجود پاکستانیوں کی مقبول ترین سوشل ویب سائٹ

آیئے، آپ بھی پاکستان وَیب کا ساتھ دیں:

پاکستان وَیب پر رجسٹر ہو کر، اِس کے ممبر بن کر، اِس کا قابل فخر حصہ بنئے!

اپنے دوست احباب کو پاکستان وَیب کے بارے میں بتائیں اور اُنہیں بھی ممبر بننے کی دعوت دیجئے!

پاکستان وَیب کا لائبریری سٹاف گروپ جوائن کر کے اُردو ادب کے فروغ کی کوششوں میں حصہ ڈالئے!

پاکستان وَیب جوائن کر کے دنیا میں پاکستان کا نام اور اِس کا اسلامی و قومی تشخص بہتر بنایئے!

پاکستان وَیب کے اخراجات ادا کرنے میں اِنتظامیہ کے ساتھ تھوڑا بہت مالی تعاون بھی کیجئے تاکہ پاکستان کی یہ منفرد وَیب سائٹ اپنی بہترین خدمات پاکستان اور آپ جیسے محب وطن پاکستانیوں کیلئے جاری رکھ سکے!

جزاک اللہ خیر!

www.Pakistan.web.pk

محبِ وطن پاکستانیوں کی معیاری فیملی تفریحی سوشل وَیب سائٹ!

new

www.Readers.pk

for all enthusiastic readers

BETA

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اٹھا کر بالکل کسی بچے کے سے انداز میں پوچھا تھا۔ اس کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"سالار! ایک بات پوچھوں۔" کچھ توقف سے اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"بھائی نے آپ سے بات کب کی تھی؟" یہ بات کافی دیر سے اس کے ذہن میں اٹکی تھی۔ وہ چونک گیا۔

"شادی سے پہلے۔"

"کس کی شادی سے پہلے؟" اس نے حیران ہو کر استفسار کیا۔

"ہماری شادی سے پہلے۔ اس نے مجھ سے نہیں کی تھی بلکہ میں اس کے پاس بات کرنے گیا تھا جب مجھے پتا چلا تھا کہ وہ رشتے سے خوش نہیں ہے۔"

"بھائی سنڈے کو جا رہے ہیں۔ کیا... کیا آپ ان کے لیے اپنا دل صاف نہیں کر سکتے؟" کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دھیرے سے گویا ہوئی تھی۔ سالار کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔

"بھول جائیے ساری پچھلی باتیں، جو ہوا سو ہوا۔ اب تو اریبہ بھی خوش ہے۔ آپ نے دیکھا نا آج... اتنا اندازہ تو لگا ہی لیا ہو گا کہ تیمور اسے ہمیشہ خوش رکھے گا۔"

"فرہاد میرا بھائی ہے حریم میں اس سے ہمیشہ کی ناراضی پال ہی نہیں سکتا۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولا تھا۔ حریم کی آنکھوں میں نمی اُمڈ آئی۔

"کاش میں آپ کو بتا سکتی۔ جو سزا وہ بھگت رہے ہیں وہ ان کو پوری زندگی مسکرانے نہیں دے سکتی۔ ہم اس میں اضافے کا باعث کیوں بنیں۔"

"ٹھیک ہے فکر مت کرو۔ میں اسے ایرپورٹ خود سی آف کرنے جاؤں گا۔ اور یہ پروگرام میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی بنا چکا تھا تو تم یہ مت سمجھنا کہ تمہارے کہنے پر یا تمہارا دل رکھنے کے لیے میں بادل ناخواستہ اس کی جانب قدم بڑھا رہا ہوں۔" ہلکے سے مسکراتے ہوئے سالار اس کی تسلی کرا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اٹھنے کی مہربانی کرو گی... نیند سے حالت خراب ہو رہی ہے۔ ترس کھا لو مجھ پر۔" اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے اچانک ہی ایک جھٹکے سے اسے اٹھا کر اپنے قریب کیا تھا۔ وہ بوکھلا کر رہ گئی۔

"سالار! میں چل رہی ہوں۔" وہ دھیرے سے منمنائی۔

"اچھا۔" اس نے دلچسپی سے اس کے گلابی روپ کو دیکھا۔

"دل تو نہیں چاہ رہا تمہیں یہ تکلیف دینے کو مگر..."

اس کے لہجے کی معنی خیزی، اس کے تیور دیکھتے ہی حریم اس سے ہاتھ چھڑا کر سرعت سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

پلٹ کر سالار کے چہرے کی جان دار مسکراہٹ دیکھتے ہوئے ایک شرمیلی سی مسکان نے اس کے لبوں کو چھوا تھا۔ چہرے پر الوہی چمک لیے، ذرا ٹھہر کر سالار کی ہمراہی میں ہی اس نے قدم آگے کو بڑھائے تھے۔

☼ ☼ ☼

اس کی کہی گئی بات سچ ثابت ہوئی تھی کہ سب لوگ سب کچھ بھول جائیں گے۔ اس کے لیے ان کی ساری خفگی، ساری کدورت مٹ جائے گی جب وہ اریبہ کو خوش دیکھیں گے۔ اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی جب ایرپورٹ پر سالار نے آ کر اسے گلے سے لگایا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اسے بھینچے کھڑا رہا۔ یہ پل کتنے عرصے بعد میسر آئے تھے۔ اسے تو لگنے لگا تھا درمیان میں صدیاں گزر گئی ہوں۔ ان کے درمیان کوئی جھگڑا، کوئی تلخ کلامی نہیں ہوئی تھی، مگر دل میں پالی بدگمانیوں نے ان کے بیچ ایک نظر نہ آنے والی خلیج حائل کر دی تھی۔ فرہاد پھر بھی سب کچھ بھولنے کو تیار تھا۔ حریم کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر اس کے دل سے سالار کے لیے ہر شکایت مٹ گئی تھی۔ اگر وہ اس کے پاس نہ آتا تو بھی اسے کوئی گلہ نہ ہوتا۔

پچھلی بار کے برعکس اس بار وہ سب کے مسکراتے چہرے دیکھ کر جہاز میں سوار ہوا تھا۔ مگر... جہاز کے ٹیک آف کرتے ہی درد کی ایک لہر نے دل سے جاں تک کی ساری تاروں کو ہلا ڈالا۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے آنکھیں موندیں۔ پچھلی دفعہ اپنی خودی کے زعم میں وہ کسی کی ساری امید توڑ کر آ رہا تھا اور آج خود اپنی ہر امید کے ساتھ ساتھ پارہ پارہ ہوتے دل کو بھی سمیٹنے کی ناکام سی کوششوں میں ہلکان ہو رہا تھا۔ وہ شام ذہن و دل کے پردے پر سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ جب وہ کسی اور کے نام سے جڑے بغیر آخری دفعہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ ایک لمحہ مٹھی میں قید کر لاتا۔ کافی ہوتا وہ اس کی پوری زندگی کے لیے۔ اس وقت جب وہ حریم کو بتا رہی تھی کہ وہ اس کے بغیر جی سکتی ہے... وہ جانتا تھا یہ بات۔ حریم کے کمرے کی طرف آتے ہوئے اس نے اریبہ کی ہر بات بڑی وضاحت سے سن لی تھی۔ اس کے باوجود... وہ اندر داخل ہو گیا تھا اور چوکھٹ پر قدم رکھتے ہی ہمیشہ کی طرح اس کا سایہ بنی اس کی ضدی انا اس بار بھی رستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کیا کر رہے ہو... اس کا فیصلہ معلوم تو ہے۔ وہ اب تمہاری حدوں سے آگے نکل چکی ہے۔ اس کا پلٹنا مشکل ہے، مت کرو اس آخری لمحے میں آ کر شکست مت کھاؤ۔ خالی ہاتھ رہ جانا بہتر ہے مگر ذات کا غرور ٹوٹنا بہت تکلیف دہ۔"

انا بہت کچھ کہہ رہی تھی مگر فرہاد پہلی بار اس سے اپنا دامن چھڑاتے ہوئے اندر داخل ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا اریبہ اپنا فیصلہ نہیں بدلے گی مگر اس کے باوجود اس نے زندگی میں پہلی بار اس کے سامنے واضح طور پر اپنی محبت کا اقرار کیا تھا۔ اپنے پچھتاووں کا، اپنی حسرتوں کا اس سے جڑے اپنی زندگی کے ہر ایک سچ کا۔ وہ اریبہ کو اس اذیت کے ساتھ اکیلے نہیں جینے دے سکتا تھا کہ اس کی محبت بے توقیر کر دی گئی تھی۔ وہ اسے موقع دے رہا تھا کہ وہ بھی اس کے ساتھ وہی سب کرے، جو فرہاد نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ یہی سزا بہتر تھی اس کے لیے... اس کے خاک ہوتے غرور کے لیے...

جس نے آج اریبہ کو اس سے اتنا دور کر دیا تھا کہ اس کا تصور تک کرتے ہوئے فرہاد کو سو سو بار سوچنا تھا۔

اریبہ نے اسے جھوٹے لفظوں سے نہیں بہلایا۔ نہ برا بھلا کہا، نہ دل کی بھڑاس نکالی۔ اس نے صرف ایک بات کہی تھی۔

"تم نے بہت دیر کر دی فرہاد۔ اب میں تمہارے بغیر جینا سیکھ گئی ہوں۔"

اور وہ پلٹ آیا تھا۔ ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے کھڑکی سے باہر بادلوں کے مرغولوں کو دیکھا اور ذہن نے بے اختیار ہی پھر اس کی مصروفیت سوچی تھی۔ اگلے ہی پل سر جھٹکتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک تھکن زدہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ ٹھیک ان ہی لمحات میں اس کی سوچوں کا محور و مرکز وہ ہستی کسی کی ہمراہی میں سمندر کی شوریدہ سر لہروں سے کھیلتی ہر فکر و غم سے، بہت دور لگ رہی تھی۔

"اف تیمور... کیا سب ہی فوجی تمہارے جیسے ہوتے ہیں۔" وہ اس کی مسلسل شوخیوں پر تنگ آ کر

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ

قیمت -/400 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر:
32735021

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.READERS.PK

جھنجلائی۔

"یعنی میرے جیسے ہینڈسم۔" اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے تصدیق چاہی۔ شاندار قدو قامت والا تیمور بے حد شوخ، شرارتی اور جوشیلا قسم کا انسان تھا۔ ہر پل، ہر لمحہ اپنی باتوں، شرارتوں اپنی شدتوں کی برسات میں اسے بھگوئے رکھتا کہ کبھی کبھی تو وہ یہ جذبے سنبھالتے سنبھالتے تھک جاتی۔ وہ اسے خود میں اتنا محو کر گیا تھا کہ وہ اپنا آپ تک بھولنے لگی تھی۔

"اللہ رے۔ کیا کیا خوش فہمیاں ہیں لوگوں کو۔ مجھے تو لگتا ہے تم وہاں کوئی اور ہی کام کرتے ہو۔ یہاں سب پر دھونس جما رکھی ہے کہ آرمی میں کیپٹن ہوں۔" اس نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیگم صاحب۔ اب جا ہی رہی ہیں ناوہاں خود ملاحظہ کریجیے گا اپنا رعب۔" ساحل کی ریت پر اس کے ساتھ الٹے قدم لیتے ہوئے اس نے کالر اکڑائے۔

"ہاں۔ لیکن میں تو کہیں نہیں جارہی۔" وہ چونکی۔

"کیا۔!" وہ ایکدم رک گیا اسے بھی رکنا پڑا۔

"کیوں۔؟" اس کا روشن چہرہ بجھ سا گیا یہ جاننے کی بھی زحمت کیے بغیر کہ آیا وہ سنجیدہ بھی ہے یا مذاق کررہی ہے۔ اریبہ بغور اس کے تاثرات کا جائزہ لیتی رہی۔

"میرا جانا کیا ضروری ہے تیمور۔ تم پہلے بھی تو اکیلے رہ ہی رہے تھے ناوہاں۔" اس نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا تھا۔

"ہاں مگر۔ تب میں واقعی اکیلا تھا۔ اب تو نہیں ہوں۔" اس کا لہجہ دھیما ہوا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے تیمور مگر میں اپنے گھر والوں سے اتنا دور نہیں رہ سکتی۔" اس نے بات ہی ختم کرنی چاہی۔

"اور میرے بغیر رہ سکتی ہو؟" پوچھتے ہوئے اس کے انداز میں جتنی اداسی تھی۔ اریبہ کو اس پر کسی بچے کا گمان ہوا۔ "او تیمور۔! تم کیوں مجھے اتنے پیارے لگنے لگے ہو۔" اس نے بمشکل اس کے خوب صورت بے ریا چہرے سے اپنی نگاہیں ہٹائی تھیں۔

"توبہ ہے۔ تم سے تو بندہ مذاق بھی نہیں کرسکتا۔ ایسے مظلوم و معصوم تاثرات دینے لگتے ہو کہ کیا ہی کوئی بچہ اپنی ٹافی چھینے پر دیتا ہوگا۔" وہ دھیرے سے ہنسی۔ تیمور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا۔؟"

اس نے جواب دینے کے بجائے تیزی سے قدم آگے بڑھائے۔

"تو یہ مذاق تھا؟" اس نے دو قدم میں ہی آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیوں صرف تم ہی مذاق کرسکتے ہو۔ میں نہیں کرسکتی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"کرسکتی ہو مگر یوں میری جان نکالنے والا مذاق مت کرنا آئندہ۔" وہ سچ مچ سنجیدہ ہوا تھا۔

"ارے رے۔ فوجی جوان ہو۔ اتنی سی بات سے جان نکلنے لگی۔"

"سینے پر گولی کھا سکتا ہوں۔ تمہاری دوری برداشت نہیں۔" اس کا انداز جذبات پر شدت تھا۔ اریبہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ یہ کوئی پہلا اظہار نہیں تھا۔ وہ دن میں کئی کئی بار اسے یونہی مغرور کردیا کرتا تھا۔

وہ اچانک چلائی جب اسی وقت آئی ایک بڑی سی لہر میں تیمور نے ہاتھ ڈال کر پانی اس کے چہرے پر اچھالا۔

"تیمور۔ تم بہت۔" آنکھوں پر ہاتھ رکھے اسے کہنے کے لیے لفظ نہیں سوجھے۔ اور وہ ہنس دیا تھا۔ بند آنکھوں کے پیچھے ہی اس نے موجوں کے شور میں اس کی ہنسی سنی۔ اور اپنے ہاتھ پر اس کی مضبوط گرفت محسوس کرتے ہی ایک بے اختیار مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کرلیا تھا۔

☼ ☼